کتاب و سنت اور اسلافِ اُمت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد حیدرآباد

Volume:18 Issue:2 February 2025

مدیر

مولانا محمد عبدالقوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.iauth.in

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ



درسِ قرآن

مقصد رمضان روحانی ارتقاء اور تقویٰ کی سوغات ہے

از: مولانا محمد عبدالقادر فرید قاسمی*

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴿۱۸۳﴾ (البقرہ:۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

توضیح: رمضان المبارک کی آمد آمد ہے، یہ ایک انقلابی، تربیتی، روحانی مہینہ ہے جس میں قدرت ہی کی طرف سے بندوں کی تربیت کیلئے روحانی ماحول بنایا جاتا ہے، خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احادیث میں اس کی منظرکشی فرمائی ہے ”کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں،، یہی وجہ ہے کہ عبادت وعبدیت کے بہت سے کام بہ سہولت پورے کر لیے جاتے ہیں؛ جب کہ سال کے 11 مہینوں میں اکثر بندوں کو اس کا خیال بھی نہیں ہوتا ہے، اس ماہِ مبارک میں عابد وزاہد بندوں کی عبادت وزہد میں اضافہ جاتا ہے، عام مسلمانوں کا رجحان بھی نماز روزے کا بن جاتا ہے، بل کہ پیشہ ور مجرم مسلمان کا بھی میلان معروفات کی طرف نہ بھی ہو ترکِ منکرات کی طرف ضرور ہو جاتا ہے، دل کی زمین نرم پڑ جاتی ہے، غم خواری وہمدردی کے جذبے بڑھنے لگتے ہیں، طاعات کی رغبت ہونے لگتی ہے، اس ماہِ ذی شان کی اہمیت وعظمت کو قلبِ نبوت نے محسوس کیا اور نگاہِ نبوت نے مشاہدہ کیا؛ اس لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ماہ کی آمد سے قبل صحابہ کرامؓ کو اپنے خطاب میں توجہ دلاتے اس کی فضیلت کو

* ذمہ دار ادارہ حسیب المدارس، گھٹکیسر، حیدرآباد

اُجاگر فرماتے ،اس کی ناقدری کے خسران کو بیان فرماتے :

’’اے لوگو! تم پر ایک عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے، اس مبارک مہینہ کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہ خداوندی میں کھڑے ہونے (یعنی نماز تراویح پڑھنے) کو نفل عبادت مقرر کیا ہے (جس کا بہت بڑا ثواب رکھا ہے) جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے کوئی غیر فرض عبادت (یعنی سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا۔ اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستر فرضوں کے برابر ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے، اور یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لیے) افطار کرایا تو اس کے لیے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے.... آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ: یارسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غرباء اس عظیم ثواب سے محروم رہیں گے؟) آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی پر یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا دے اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا سیراب کرے گا جس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی یہاں تک کہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا؛ اس ماہِ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ آتش دوزخ سے آزادی ہے، (اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا) اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام وخادم کے کام میں کمی کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی دے دے گا۔

رمضان المبارک کے روزوں اور قیام اللیل کا مقصد روحانی ارتقا، عبدیت کی معراج اور تقویٰ کی سوغات ہے جن کو یہ باتیں حاصل ہوگئیں وہی عتقاء من النار یعنی جہنم سے خلاصی پانے والے ہوں گے۔ ہم سب کو ابھی سے ماہِ مبارک کی تیاری میں لگ جانا چاہیئے تاکہ اس کے ہر لمحے سے استفادہ کیا جاسکے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ماہ کا حقیقی قدرداں، مقصدِ رمضان پانے والا اور اپنی بخشش کو یقینی بنانے والا بنائے

آمین



درسِ حدیث

ماہِ شعبان کی اہمیت سے لوگ غافل ہیں

از: مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی*

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَصُوْمُ حَتّٰی نَقُوْلَ لَایُفْطِرُ وَیُفْطِرُ حَتّٰی نَقُوْلَ لَایَصُوْمُ وَمَارَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِسْتَکْمَلَ صِیَامَ شَہْرٍ قَطُّ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَارَأَیْتُہٗ فِیْ شَہْرٍ اَکْثَرَ مِنْہُ صِیَامًا فِیْ شَعْبَانَ (متفق علیہ مشکوٰۃ المصابیح: ۲۰۳۶)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نفلی روزوں کا اہتمام فرماتے تھے، اور اس تسلسل کے ساتھ روزے رکھتے تھے کہ گویا آپ روزہ رکھنا ترک نہیں فرمائیں گے، اور کبھی آپ روزہ رکھنا اس طرح ترک فرمادیتے تھے کہ ہم کہتے تھے کہ آپ روزہ نہیں رکھیں گے، اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو ماہِ رمضان کے سوا اور کسی مہینے کے مکمل روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اور میں نے آپ کو شعبان کے علاوہ کسی اور مہینہ میں کثرت سے روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

تشریح: اسلامی تقویم میں شعبان المعظم کا مہینہ آٹھواں مہینہ ہے، جو اپنے ماقبل رجب المرجب جیسے محترم معظم مہینے اور اپنے مابعد رمضان المبارک جیسے مقدس و متبرک ماہ کے درمیان ہونے کی وجہ سے بے پناہ اور انگنت خوبیوں اور بھلائیوں سے مالا مال ہے، اس ماہ کے تقدس و احترام کے لیے یہ بات بہت کافی ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے نبی پاک ﷺ کو اس ماہ کا بہت اہتمام کرتے ہوئے دیکھا ہے، حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:. اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو کسی مہینے میں اتنے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا جتنے آپ شعبان میں رکھتے ہیں، (اس کی وجہ کیا ہے؟) آپ نے فرمایا: یہ مہینہ جو رجب اور رمضان کے درمیان میں ہے؛ لوگ اس سے غفلت کرجاتے ہیں؛ حالانکہ یہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں رب العالمین کے یہاں انسانوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ جب میرا عمل پیش ہو تو میں

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

روزے سے رہوں۔(نسائی:2357)

اس کے علاوہ متعدد صحابہ کرامؓ نے بھی آپ ﷺ کے اہتمامِ شعبان کو بیان فرمایا ہے، مذکورۃ الصدر حدیث سے بھی اسی بات کا اشارہ ملتا ہے؛ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں: کہ شعبان سے زیادہ کسی اور مہینے میں میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا ہے، بلکہ پورا مہینہ بھی آپ روزہ رکھتے تھے، ظاہر سی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ کا کوئی عمل حکمت ومصلحت سے خالی نہیں ہوتا تھا، سارے حِکم ومصالح میں جو بات ادنیٰ تامل سے ہر کسی صاحبِ فہم وبصیرت کو سمجھ میں آسکتی ہے وہ یہی ہے کہ دراصل یہ ماہِ شعبان کی قدر ومنزلت اور مقام ومرتبے کا عملی اظہار ہے، اور ساتھ ہی ساتھ ماہِ مبارک (رمضان) کی تیاری ہے، عبادات کے حوالے سے اللہ پاک کا یہ نظام بھی مشاہد ہے کہ فرائض سے پہلے فرائض کی تکمیل وتتمیم کا سامان بھی فراہم کرتے ہیں؛ جیسے فرض نمازوں سے پہلے نوافل اور سنن کو رکھا گیا ہے؛ تاکہ فرض میں مشغولیت مکمل طور پر باقی رہے، ایسے ہی شعبان میں عبادت کے اس قدر اہتمام کی برکت سے رمضان المبارک سے کماحقہٗ استفادہ کا موقع فراہم ہوسکتا ہے، اس لیے ہمیں بھی چاہیے کہ شعبان کے مہینے کو غفلت ولاپرواہی کے ساتھ گزارنے کے بجائے پورے مستعدی اور اہتمام کے ساتھ ابھی سے عبادات میں لگ جائیں، نماز باجماعت، قرآن پاک کی تلاوت، ذکر واذکار، صدقہ وخیرات وغیرہ کا اہتمام کریں، اور ان سب سے بڑھ کر گناہوں سے دوری کی ابھی سے عادت بنالیں، تاکہ ہم رمضان المبارک کے روحانی وایمانی برکات سے مستفید ہوسکیں۔

اس کے علاوہ ماہِ شعبان میں ایک ایسی رات بھی ہے جس کو شب برأت (یعنی شب نجات) کے نام سے جانا جاتا ہے؛ اس رات کی بھی قدر ومنزلت احادیثِ شریفہ میں بہت بیان کی گئی ہے، جس سے تقریباً ہر مسلمان واقف ہی ہے؛ لیکن اس نجات اور مغفرت والی رات میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے کچھ ایسے بندوں کو نجات اور مغفرت سے محروم رکھتا ہے جو خاص قسم کے گناہوں میں مبتلا ہیں،؛ جس کو مختلف احادیثِ شریفہ میں بیان کیا گیا ہے، اس لیے کم سے کم ان گناہوں سے تو ابھی سے اپنے آپ کو دور کر کے نجات ومغفرت کا سامان کرنا چاہیے؛ وہ گناہ یہ ہیں: ۱) شرک۔ ۲) کینہ۔ ۳) جماعت سے الگ رہنا ٤) زنا۔ ٥) رشتہ داری توڑنا۔ ٦) پاجامہ یا کوئی بھی لباس ٹخنوں سے نیچے رکھنا۔ ۷) ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ ۸) شراب پینا۔ ۹) قتل کرنا۔ ۱۰) جبراً ٹیکس وصول کرنا۔ ۱۱) جادو کرنا۔ ۱۲) ہاتھوں کے نشانات دیکھ کر غیب کی خبریں بتانا۔ ۱۳) ستاروں کو دیکھ کر فال کے ذریعے خبریں بتانا۔ ۱٤) طبلہ اور باجا بجانا۔

پیش گفتار

عالمات وفاضلات اور معلمات کی خدمت میں چند معروضات

امیرِ شریعت تلنگانہ وآندھرا پیر طریقت حضرت مولانا شاہ جمال الرحمٰن صاحب مفتاحی مدظلہ العالی کی خانقاہِ جمالیہ معین آباد، حیدرآباد میں منعقدہ ایک روزہ ''تربیت الفاضلات'' کے اجلاس میں شریک مدارسِ بنات کی ذمہ دار خواتین کے تربیتی اجتماع سے خطاب میں مدیر محترم مدظلہ العالی نے جو مقالہ پیش فرمایا، وہی قارئینِ اشرف الجرائد کی خدمت میں اداریے کے صفحات پر پیش خدمت ہے۔ از مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین وصلی اللہ علی خاتم النبیین امابعد!

(۱)

یہاں مختلف ریاستوں سے تشریف لائی مدارسِ نسواں کی معلمات ومنتظمات موجود ہیں، مولانا ابوبکر جابر صاحب زیدرشدہٗ کے طلب کئے گئے اس وقیع واہم تربیتی اجلاس میں چند باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں امید کہ ان معروضات کی طرف توجہ فرمائیں گی۔

لڑکیوں کی تعلیم:

اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے تعلیم وتربیت کے سلسلے میں لڑکوں اورلڑکیوں کو یکساں حقوق عطا کیے

ہیں، اس مسئلے میں مرد و زن کے فرق کو مٹا دیا ہے، عہدِ رسالت ہی میں مردوں کی طرح خواتین بھی دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ اور بہت سی تو ہنر پیشہ بھی تھیں، خود ام المومنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے علم وفہم کے کمال کے ذریعے پوری امت کی لڑکیوں کے لیے تا قیامت زندہ مثال ہیں، بعد کے ادوار میں بھی ہمیں تاریخ اس کی بے شمار مثالیں دیتی ہے، بقدر ضرورت دینی وعصری تعلیم کا انتہائی ضروری ہونے سے کسی عالمِ دین بلکہ شُدبُد دین جاننے والے کو بھی اختلاف نہیں ہوسکتا، حیاء وحجاب کے تقاضوں کی تکمیل ملحوظ رہنا ایک الگ مسئلہ ہے، جب کہ وہ بھی عقل ونقل سے ثابت اور ہر صحیح الفہم اور سلیم العقل انسان کے نزدیک مسلم ومعتبر مسئلہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسلم لڑکیوں کی تعلیم وتربیت بالخصوص دینی واسلامی تعلیم وتربیت نہ صرف ان کا حق ہے بلکہ اسلامی فریضہ اور ملی تقاضہ ہے، ہر زمانے میں دین پسند گھرانوں نے اس پر عمل کیا ہے، البتہ خیر القرون اور ان کے بعد متصلہ ادوار میں حصول علم کے ذرائع وہ نہیں تھے جو اَب ہیں، اس دور میں مرد تو ملکوں ملکوں پھر کے ایک ایک عالم سے اس کا علم لے لیا کرتے تھے، عورتوں کو گھر بیٹھے ہی علم حاصل ہوجایا کرتا تھا، پھر اُس زمانے میں علم سے مراد کتاب وسنت کا علم ہی ہوا کرتا تھا، اس دور میں علم کے علم دین کے علاوہ اور بھی عنوان ہیں جو اپنی اپنی حیثیت کے موافق معاشرے کی ضرورت بن گئے ہیں، ایک مسلم خاتون کو اِن علوم سے بھی بقدر ضرورت حصہ ملنا ایک اچھی زندگی گزارنے اور سماجی حقوق ادا کرنے کے لیے ضروری ہی معلوم ہوتا ہے، بہ شرطے کہ وہ دینی تعلیم و تربیت کے لزوم کے ساتھ ہو۔

اس طرح اب تعلیم وتربیت گویا دو قسموں میں منقسم اور دو حصوں میں بٹ گئی ہے اور دونوں ہی مسلم خواتین کی ضرورت ہیں، اس کا حکمِ شرعی یہ ہے کہ جس طرح بقدر ضرورت علم دین کا حاصل کرنا دارین کی سعادت حاصل ہونے کے لیے ہر عورت پر بدرجۂ فریضہ لازم ہے، اسی طرح بقدر ضرورت علومِ عصریہ سے آگاہی دنیا میں خوددار و باوقار اور سلیقہ مند زندگی گزارنے اور سماج کا باشعور فرد بننے کے لیے بدرجۂ استحسان ضروری ہے۔

جہاں تک ان علوم میں کمال وتکمیل کا سوال ہے تو عورت کے حق میں دونوں زیادہ سے زیادہ مندوب و ممدوح ہیں بشرطے کہ حقوق وحدودِ شرعی کو ملحوظ رکھ کر حاصل کیا جائے، ورنہ پھر یہ کمال ممنوع ومکروہ ہی قرار پائے گا۔ پھر اگر لڑکیوں کو تعلیم میں باکمال ہی بنانا ہے تو اگر والدین صاحبِ استطاعت ہوں تو حیاء وحجاب کی نگرانی اور عفت و پاک دامنی کی رعایت کے ساتھ انہیں مختلف شعبوں میں میڈیسن کرائیں بالخصوص امراضِ نسواں کی معالج بنائیں، اور اگر سرپرست صاحبِ استطاعت نہ ہوں اور زیادہ تعلیم دلانا چاہتے ہوں تو تعلیمی میدان کے لائق بنائیں کیوں کہ صحت اور تعلیم یہ دونوں میدان ایسے ہیں جن میں عورت تقاضائے فطرت وشریعت کی

پاس داری کے ساتھ بہ سہولت خدمات انجام دے سکتی ہے۔

جہاں تک دینی تعلیم میں مہارت وکمال کی بات ہے تو اس کا مردوں کے لیے فرضِ کفایہ ہونا اور عورتوں کے لیے وجہ فضیلت وسعادت ہونا اظہر من الشّمس ہے، پس جن لڑکیوں کے لیے ممکن ہو انہیں اس فضیلت سے اپنے کو محروم نہیں رکھنا چاہیے، اسی کے مدنظر ادھر کچھ عرصے سے مدارس نسواں باقاعدہ طور پر قائم کیے جارہے ہیں اور ان کا اچھا اثر بھی معاشرے میں نظر آرہا ہے، پھر جب سے گھروں کا ماحول مغربی انداز کا ہوگیا ہے تب ہی سے گھروں میں دینی تعلیم وتربیت تو مفقود ہو ہی گئی ہے مزید یہ کہ دین بے زاری وخدافراموشی بڑھ گئی ہے، مدارس و مکاتبِ نسواں کا قیام فرض کے درجے میں ہوگیا ہے، اس لیے کہ بقدرِ ضرورت علم دین حاصل کرنا فرض عین ہے، اوراب اس کا ذریعہ سوائے مدارس ومکاتب کے اور کچھ نہیں رہ گیا ہے الا ماشاء اللہ۔

مدارس نسواں کا مقصد:

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں مدارسِ دینیہ کا مقصد —— خواہ وہ ذکور کے لیے ہیں یا اناث کے لیے —— خود بہ خود روشن اور متعین ہوجاتا ہے کہ ابتدائی مکاتب کا قیام بقدرِ ضرورت علم دین سے مسلم بچیوں کو آراستہ کرنے کے لیے اور باقاعدہ مدارس کا قیام ان کی مکمل دینی تعلیم وتربیت کا فرض ادا کرنے کے لیے عمل میں لایا جاتا ہے، بس آپ لوگوں کو بھی محض اس مقصد کے لیے اپنے اپنے مدرسوں اور مکتبوں میں مخلصانہ جدوجہد کرنا چاہیے، کسی بھی تحریک کی کامیابی صرف بانی کے چاہنے سے نہیں ہوتی بلکہ تمام کارکنان وعملے کے بامقصد وہم نظریہ ہوکر وفادارانہ کوشش سے ہوتی ہے، اس لیے مدرسے میں بھی ناظم سے لے کر خادم تک تمام عملے کو مدرسے کے قیام کا مقصد پورا کرنے کی دُھن ہونا چاہیے تاکہ یکساں محنت یکساں نتیجہ نکلنے کا سبب بن جائے۔

مدارسِ نسواں کا تدریسی وتربیتی عملہ:

بچیوں کے لیے قائم مکتب میں مدرس معلمہ ہی ہونا چاہیے، کیوں کہ اس زمانے میں مغربی معاشرے کی بے راہ روی، بے باکی اور اخلاقی انارکی سے ہندوستان اِن دنوں کچھ زیادہ ہی متأثر نظر آرہا ہے، حکم رانوں کا کام بدقسمتی سے اب اپنے عہدے اور خزانے کی حفاظت کے علاوہ کچھ نہیں رہ گیا ہے، رعایا کی اخلاقی قدروں کے تحفظ سے کچھ لینا دینا ہے نہ معاشی ابتری کی پرواہ، اسی لیے ملک میں اختلاطِ مردوزن کے برے نتائج حد سے گزر گئے ہیں، ماڈرن ٹیکنالوجی بالخصوص موبائل کے عموم وشیوع نے عوام سے خواص تک اور بے دینوں سے لے کر دین پسندوں تک سبھی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے، اس لیے ہر ممکن کوشش کی جانی چاہیے کہ لڑکیوں کے

مدارس ومکاتب کا قیام علمائے دین ہی کریں، اور اندر کا مکمل نظم ونگرانی بانی کی کسی محرم خاتون کے ہاتھ میں ہو، نظم وانتظام کے نفاذ سے لے کر تعلیم وتربیت کے کاموں تک، مردوں کی مداخلت کے بغیر صرف خواتین ذمہ دار ہوں، کسی کارکن یا طالبہ سے براہِ راست کسی مردانہ کا تعلق نہ ہو، ناظم کے محرم رشتہ دار کے توسط سے ہی ہر کام انجام پائے، اندرونی علاقے اور کلاسس میں کیمرے بھی نہ ہوں، اگر ہوں تو اندورنی دفتر ہی تک محدود ہوں۔

چھوٹی بچیوں کی تعلیم بھی معلمات ہی کے ذریعے ہو، بڑی کلاسوں کو بھی حتی المقدور عالمات ہی پڑھائیں، مجبوری میں بہت ہی مستحکم نظامِ حجاب کے ساتھ اور کلاس میں ٹیچر کی موجودگی ونگرانی کے ساتھ تدریس کے لیے مردوں کی خدمات حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں، حالات وواقعات اس مسئلے کی نزاکت کو سمجھنے کے لیے بہت کافی ہیں، ان کے ذکر کی آپ جیسی لائق خواتین کے لیے کوئی ضرورت نہیں، عیاں را چہ بیاں!

مدارس نسواں کا نصاب ومواد:

یہ حقیقت ہے کہ مدرسہ صرف الفاظ اور نقوش کی معرفت کے لیے نہیں ہوتا، علم اسلام میں صرف وسعتِ معلومات کو نہیں کہتے بل کہ معرفتِ رب اور تہذیبِ نفس کے ذریعے کو علم کہا جاتا ہے، یعنی جاہل کے مقابلے میں عالم اور اَن پڑھ کے مقابلے میں پڑھا لکھا انسان مہذب ہوتا اور حقِ نفس اور حقِ غیر دونوں سے آشنا اور دونوں کے حق ادا کرنے والا ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کو مدنظر رکھ کر نصاب ونظام اور علمی مواد کا انتخاب ہونا چاہیے، ناظم و منتظم اور اساتذہ کی تمام تر محنتوں کا محور ومرکز یہی نکتہ رہنا چاہیے، نسوان کے مکاتب ہوں یا مدارس، پھر ہمہ وقتی ہوں یا جز وقتی، اقامتی ہوں یا موقتی سب کے اندر پڑھائے جانے والے مواد میں دو باتوں کو بہت زیادہ اہمیت دی جانی چاہیے، ایک تو عقائد وایمانیات؛ عبادات؛ معاملات اور معاشرت واخلاق سے متعلق اسلامی معلومات کا معتد بہ حصہ اس میں شامل ہونا چاہیے، جزوی تعلیم میں اختصاراً اور ہمہ وقتی تعلیم میں تفصیلاً۔

دوسرے طالبات کے ذہنوں میں عقائد کی ترسیخ اور عمل میں اخلاق واعمال کی تہذیب لازماً کی جائے، کیوں کہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر نِرا علم وجہِ فضیلت تو کیا ہوگا حجت اللہ علی العبد بن جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر صحابہؓ تک اور سلف سے لے کر خلف تک ہمارے بزرگوں نے کبھی نرے علم پر اکتفا نہیں کیا، تہذیب وتزکیہ اخلاق کو ضروری سمجھا اور اس میں کامیابی کے لیے خود بھی پابندِ شریعت اور عاملِ سنت رہے۔ کوئی محدث؛ کوئی فقیہ؛ کوئی داعی ہو ہم کو سلف میں بے عمل نظر نہیں آتا جو بے عمل تھا وہ قوم میں معتبر نظر نہیں آتا۔ اس لیے نصاب میں تمام شعبہائے دین کی مناسب ومتوازن نمائندگی ہونی چاہیے، اور مدرسے کے ہر چھوٹے بڑے کو اس کی فکر

ہونی چاہیے کہ طرزِ عمل اور روزمرہ کی گفتگو بھی علمِ دین کی روشنی سے منور اور نورِ ایمان کی خوشبو سے معطر ہو، پورے مدرسے کا ماحول اللہ کے دین، صحابہؓ کے ماحول کی عکاسی کرتا ہو۔ اس کے بغیر مدارس کے قیام کا مقصد کبھی حاصل ہوا تھا نہ ہوگا۔

دیگر امور:

۱۔ تمام معلمات سے گزارش ہے کہ آپ خود اپنی وضع قطع، بود و باش اور لباس میں اتباعِ سنت کا بہت اہتمام کریں، اگر ایسا نہ ہوا تو آپ کی زیرِ تربیت لڑکیاں کچھ بھی نہ پا سکیں گی بلکہ فطری طور پر آپ کی خوبیوں کے مقابلے میں خرابیوں اور خامیوں کو جلد اخذ کر لیں گی، اس میں آپ ان خرابیوں کے متعدی ہونے کا سبب بن جائیں گی، اس لیے ہر بات سوچ سمجھ کے اور اچھے الفاظ میں بولا کیجیے، ہر کام سوچ سمجھ کے اور اچھے انداز میں کیا کیجئے۔

۲۔ پڑھانے اور تربیت کرنے میں اپنی ذمہ داری کا احساس کیجیے، عند اللہ ماخوذ ہونے کا دھیان رکھا کیجئے۔

۳۔ اعمالِ صالحہ خصوصاً فرائض کی ادائیگی میں طالبات کے لیے ایک بہتر نمونہ بنے رہیے، نمازوں میں غفلت اور سنن و نوافل سے دوری کا مظاہرہ مت کیجئے۔ یہ چیز طالبات کے مزید بگڑنے کا سبب بنے گی۔

۴۔ اپنے تدریسی فرائض کی ادائیگی بھی ذمہ دارانہ کیجیے، بلا مطالعہ مت پڑھائیے، اوقات میں خیانت مت کیجئے، وقت پر گھنٹہ شروع ہو اور وقت پر ختم ہو، تاکہ طالبات کا وقت ضائع نہ ہو اور جو کچھ حق الخدمت ملے وہ ہمارے لیے حلال ہو سکے۔

۵۔ آخری اور حقیقی بات یہ ہے کہ تعلق مع اللہ کو لازم رکھیے، اللہ پاک سے لو لگائے رکھنا، ذکر اللہ اور امانت و استغفار کا اہتمام کرنا، لقائے رب کے شوق سے دل کو آباد رکھنا، یہی وہ دولت ہے جس کے لیے سلف نے اپنی ہر خوشی قربان کر دی۔

کوئی غم غم نہیں کوئی خوشی خوشی نہیں
تیرے بغیر زندگی موت ہے زندگی نہیں

امید کہ یہ معروضات آپ سب کے لیے قابلِ قبول اور لائقِ عمل ہوں گی۔

(۲)

عالمات معلمات کے فرائض:

جس طرح علماءِ اسلام ۔انبیاءعلیہم السلام بالخصوص نبینا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث وجانشین اوران کی لائی ہوئی دعوتِ تامّہ کے امین ہیں،اور جانشین وامین ہونے ہی کی وجہ سے اس دعوتِ تامّہ کے داعی اورنشر و اشاعت میں ساعی ہیں،ٹھیک اسی طرح عالمات وفاضلات بھی ــــ مرد وزن کے فرق کے ساتھ ــــ نبی کی وارثات اوران کے دین کی داعیات ہیں،انہیں بھی حاصل کیے ہوئے علم کی روشنی میں حسب مقدرت وتوفیق دعوت دین؛تعلیم کتاب وسنت؛اوراصلاحِ امت کا فریضہ ــــ بالخصوص اپنی صنف نازک میں ــــ انجام دیتے رہنا چاہیے۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی نوعیت؛اس کا میدان؛اورطریقہ کار مختلف ہوسکتا ہے،جیسے اُن کی شرکت فی الجہاد کی اجازت طلب کرنے پر اُنہیں جہاد کے بہ جائے حج کی ترغیب دی گئی، ایسے ہی ضروری نہیں کہ عالمات ومعلمات تعلیم وتبلیغ اورتزکیہ یعنی اصلاحِ امت ومعاشرہ کے لیے وہی سب کام کریں جومردوں کے لیے موزوں ہیں اوروہی طریقے اختیار کریں جومردوں میں رائج وشائع ہیں،انہیں چاہیے کہ اپنی صنف کی موزونیت ومناسبت،خانگی ذمہ داریوں کی رعایت؛اورحیا وحجاب کے تقاضوں کوملحوظ رکھتے ہوئے جس قدر ممکن ہے تعلیم و تبلیغِ دین کا سلسلہ جاری رکھیں، پڑھ لکھ کراَن پڑھوں کی طرح رہنا اورامت مسلمہ کی صلاح وفلاح سے کوئی دلچسپی نہ ہونا بلکہ بعض عالمات وفاضلات کا خودسبب فتنہ وفساد بن جانا نہایت افسوس ناک اورمدارس نسواں کے مقاصد وعزائم کے فوت ہوجانے کا ذریعہ ہے،اس لیے مدارسِ نسواں سے فارغ ہونے والی ہماری بچیوں کواپنے حقوق وفرائض پرنظر ہونی چاہیے،اورعملی زندگی میں ان پرعمل ہونا چاہیے،ذیل میں چندامور کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

کام کے چند میدان:

۱ سب سے پہلے اپنی عملی زندگی کواخلاق واعمال کے اعتبار سے مثالی بنائیں، کیوں کہ انسانی نفسیات کسی کے عمل کا جس قدراثر قبول کرتی ہیں اتنا قول کانہیں کرتی ، یہ کوئی فلسفہ اورقابلِ ثبوت مسئلہ نہیں ہے،روزمرہ کی زندگی میں ہم اس کا کھلے عام تجربہ کرسکتے ہیں،اسی وجہ سے اسلام میں بری صحبتوں سے بچنے اورصالح وفائق صحبت اختیارکرنے کی باربارتاکید آئی ہے۔آج ان تاکیدوں کونظرانداز کردینے اورصرف قولی دعوت پراکتفاء کرلینے ہی کا نتیجہ ہے کہ اچھے اچھے دین پسند گھرانوں میں بھی اولاددین کی طرف راغب نہیں ہے،طبعی آزادی

اور فکری بے راہ روی کی شکار ہوتی چلی جارہی ہے، اسی طرح بہت سی عالمات و فاضلات کبر و نخوت؛ ضد وانانیت؛ عالم ہونے کے غرور سے پاک نہ ہونے اور وقار و مسکنت اور خلقِ محمدی سے آراستہ نہ ہونے کی بنا سماج میں بچیوں کے لیے علمِ دین سے دوری و ناپسندیدگی کا سبب بن گئی ہیں، وہ سماج کی عورتوں، بچیوں کی تعلیم و تربیت تو کیا کرتیں اپنے گھر کو دین دار، خوش اخلاق و باکردار بنانے میں ناکام ہوگئیں، ان میں اور سماج کی عام عورتوں میں کوئی امتیاز باقی نہ رہا؛ بل کہ ہمہ دانی کے غرور نے عام عورتوں کے اخلاق سے بھی نیچے گرادیا و العیاذ باللہ۔ اس لیے سب سے پہلا کام علم دین کی روشنی میں اپنی عملی و اخلاقی زندگی میں سدھار و بلند معیار لانے کی طرف توجہ دینا ہے۔ یہ کام عالمین و عالمات سب کے لیے اگرچہ یکساں طور پر ضروری اور اوّلی ہے لیکن عالمات کے لیے بوجوہ اور بھی زیادہ ضروری ہے۔

۲۔ جس طرح جسم کی بقا کے لیے آکسیجن کی ضرورت ہے اسی طرح روح کی بقا و استحکام کے لیے علم کی ضرورت ہے، علم روح کے حق میں گویا آکسیجن ہے، پھر آکسیجن کے دو عمل ہیں: پھیپھڑوں میں دخول اور وہاں سے خروج، دونوں میں سے ایک عمل بھی رکا تو جسم کی موت طے ہے، اسی طرح علم کا حال ہے کہ علم کا حصول بھی لازم ہے اور حصول کے بعد بلغ ما انزل الیك من ربك، فليبلغ الشاهد منكم الغائب، بلغوا عني ولو آية کے تحت اس علم کا دوسروں تک پہنچنا بھی ضروری ہے، اس لیے عالمات و فاضلات کو چاہیے کہ علم دین سیکھنے کے بعد اسے اپنے سینوں میں چھپا کے رکھنے کے بہ جائے خواتین و بناتِ اُمت تک پہنچانے یا کم از کم اپنے خاندان تک پہنچانے کی سعی کریں اسی سے نسوانی معاشرے کا سدھار ممکن ہے، ورنہ پس پردہ علماء کتنے ہی بیان کرتے رہیں مطلوب اور معتد بہ نفع نسوانی معاشرے کا نہیں ہوسکتا، صحابیات کے معاشرے میں ایک دوسرے کے سامنے علمی مذاکرہ اور دینی باتوں کا چرچا ہوتا رہتا تھا، اسی کے ساتھ وہ عملی و خلقی اعتبار سے بھی شریعت و سنت کا پیکر مجسم ہوتی تھیں، جس کا خوش گوار اثر پورے معاشرے کو متأثر کرتا اور نئی نسل کو اسلامی ماحول فراہم کرتا رہتا تھا، آج اس کی بہت کمی ہے، مدارسِ نسواں کی برکت سے دوبارہ یہ سلسلہ نسوانی معاشرے میں عام ہوجانا چاہیے۔

۳۔ یہ بات تو طے ہے کہ عورت کی اصل ذمہ داری گھر گرہستی ہے، شادی سے قبل حصول تعلیم اور والدین کی خدمت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے، شادی کے بعد شوہر اور سسرال والوں کی خدمت کے علاوہ اپنے بچوں کی نگہداشت و پرورش کا بار سر پر آجاتا ہے، اس سے کسی بھی عورت کو مفر نہیں ہے، اس مسئلے میں امیر و غریب؛ عالمہ جاہلہ سب برابر ہیں لیکن اگر عورت کچھ کرنے کا ارادہ رکھے اور کوئی کام مطلوب و مرغوب ہوجائے تو ان سب

بنیادی اور حتمی ذمہ داریوں میں سے اس کے لیے بھی وقت نکال لیتی ہے، دنیاوی اعتبار سے دیکھا جائے تو بعض عورتیں ان خانگی امور کی تکمیل کے ساتھ نوکری کر لے رہی ہیں، بعض دستکاری اور ہنرمندی کے ذریعے کچھ کما لے رہی ہیں، بعض ٹیوشن پڑھا لیتی ہیں، بعض گھر ہی کے زیب وزینت میں مصروف رہتی ہیں، بعض ملنے ملانے کے لیے کافی وقت نکال لیتی ہیں وغیرہ۔ جب یہ بات ہے تو ایک عالمہ اپنے امور خانہ داری کو باحسن وجوہ پورا کرتے اور اپنے بڑوں گھر والوں کی اطمینان بخش خدمت کرتے ہوئے کیا فریضۂ تعلیم وتربیت ادا کرنے کا وقت نہیں نکال سکتی؟ کیا اپنے محلے کی عورتوں اور بچیوں کو قرآن کریم اور کلمہ نماز سکھانے کے لیے کوئی نظام نہیں بنا سکتی؟ اگر صلاحیت اچھی ہے تو—— آف لائن یا آن لائن—— عالمیت کی تدریس کا کام نہیں کر سکتی؟ اگر تحریری مشق ہے تو نسوانی معاشرے کی قابلِ اصلاح کمزوریوں کی طرف تحریراً توجہ دہانی کا سلسلہ نہیں بنا سکتی؟ سب سے بڑھ کر خود اپنے گھر کے افراد کے عقائدِ اسلام کی درستگی اور احکامِ دین کی پابندی کی فکریں نہیں کر سکتی؟ ظاہر ہے کہ ان سوالوں کا جواب یہی ہے کہ ''کیوں نہیں کر سکتی''، میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ کر سکتی ہے بہت کچھ کر سکتی ہے، بل کہ مثالی کردار نباہ سکتی ہے، تو آیئے آج کی اس مجلس کے اختتام پر یہ عہد کریں کہ:

(الف) جس قدر جلد ممکن ہو سکے ہر فارغہ عالمہ اپنے میکے میں ہے تو میکے میں اور اگر سسرال میں ہے تو سسرال میں گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کا وقت اپنی مصلحت سے صبح یا شام فارغ کر کے قرآنی مکتب شروع کر دے، نہ بورڈ کی ضرورت، نہ تپائیوں کی، نہ دریوں کی! گھر کی ہی کسی فرشی چٹائی پر بیٹھ جائے، اڑوس پڑوس کی گشت کر کے اور ضرورت بتا کر بڑی چھوٹی جو بھی طالبات مل جائیں انہیں لے کے قرآن کریم کی باتجوید تعلیم عقائدِ اسلامیہ کی تفہیم اور معاشرتی تہذیب کا کام سیدھے سادے انداز میں شروع کر دے، یہ کام بنا کسی دنیاوی غرض کے محض رضائے الٰہی رضائے نبی اور حقِ علم کی ادائیگی کے ارادے سے ہو، پھر اگر یہ منظم ہو سکے تو منظم کر لے نہیں تو غیر منظم ہی سہی مسلسل چلتا رہے ان شاء اللہ بہت جلد اس کے خوش گوار اثرات نسوانی معاشرے میں نظر آنا شروع ہو جائیں گے۔

(ب) اگر اس عالمہ کی علمی صلاحیت اچھی ہے، کتاب وسنت کی تفہیم کا ملکہ ہے تو مکتب کے علاوہ اپنے محلے کے چار گوشوں میں سے ہر ایک گوشے میں ہفتے میں ایک دن مختصر مجمع میں—— جب مرد گھر میں نہ ہوتے ہوں —— آدھے سے ایک گھنٹے کا درس قرآن یا درسِ حدیث کا سلسلہ شروع کریں، اسی میں دو چار مسائل فقیہ بھی پوچھنے پر یا از خود بتلا دیا کریں، مگر اس کا خیال رہے کہ بلا اطمینانِ کامل کوئی دین کی بات یا مسئلہ کبھی نہ بتایا جائے کیوں کہ دین اللہ ورسول کی امانت ہے۔

(ج) رشتہ دار اور پڑوسیوں میں اگر کوئی بیمار ہو تو عالمہ کو چاہیے کہ دس پانچ منٹ کے لیے اس کے پاس جا کر اس کی مزاج پرسی کرے، دعا پڑھے، تسلی صحت دے اور اگر ہو سکے تو مختصر ہدیہ اشیاء یا نقد کی صورت میں پیش کر دے۔ یہ وہ عمل ہے جس کے لیے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینے کے باہر بھی چلے جاتے تھے، غیر مسلم کے پاس بھی چلے جاتے تھے، اور اس عمل کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت کا سبب بتاتے تھے، دعوت دین کے لیے قلوب کو نرم اور مائل کرنے کا آسان طریقہ دکھی دلوں اور مایوس ومحتاج لوگوں کی ہمت افزائی کے علاوہ کچھ اور نہیں، دین پھیلانا چاہنے والوں کو ان مسنون اعمال سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے، آدمی کی نقد ضرورت دنیا ہے آخرت نہیں اور کمزور ایمان والے دنیا ہی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، ہم چاہیں تو ان کی اسی کمزوری کو ان کی فکرِ آخرت کا سبب بنا سکتے ہیں۔

(د) اگر عالمہ کے سرپرستوں کی مالی حالت اچھی ہے تو وہ بقدر گنجائش اپنے محلے میں کوئی ہنر خانے کا قیام عمل میں لا سکتی ہے، اس میں سلائی؛ کشیدہ کاری؛ دست کاری؛ مہندی سازی؛ اونی کپڑوں کی تیاری اور پکوان کے مختلف انواع کی تربیت کا انتظام کر کے اس بہانے محلے کی نوجوان لڑکیوں کو معاوضے کے ساتھ یا بلا معاوضہ حسبِ حال جوڑ کر اس نصاب کے پورا ہونے تک ان کی دینی فکر کی درستگی اخلاقی قدروں کی بلندی اور سماجی شعور بیداری کا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

(ہ) جو فاضلات و عالمات عصری تعلیم بھی رکھتی ہیں، وہ دسویں جماعت کی تیاری کے بہانے نوجوان اور حدیثُ الشباب لڑکیوں کے لیے ٹیوشن سینٹر قائم کریں، پھر اس کام کے ساتھ ساتھ ان کے اندر صفاتِ ایمانی اخلاق حمیدہ کے پیدا کرنے میں ممکنہ کامیابی حاصل کر لیں بہت سارے متشدد و متعصب لوگوں کو دیکھا جا رہا ہے کہ وہ ان بہانوں سے نوجوانوں کی قابل لحاظ تعداد کے خیالات ونظریات اپنے خیالات ونظریات کے سانچے میں بڑی آسانی سے ڈھال لے رہے ہیں، جائز اور پیشہ ورانہ وسائل کو ہم حق کے احقاق اور مسلم لڑکیوں کی تربیت کے واسطے کیوں نہیں استعمال کر سکتے؟ بس فکر اور کڑھن کی ضرورت ہے۔

(و) اگر کسی عالمہ کو اللہ تعالیٰ نے وسائل دیے ہوں علمی و مالی صورتحال مؤید ہو تو انگلش میڈیم اسکول کا قیام عمل میں لایا جا سکتا ہے، اس طرح شروع ہی سے مسلم بچوں اور بچیوں کو اچھی تعلیم کے ساتھ ان کے دین وایمان کی سلامتی، عقیدوں میں پختگی، تہذیب وتمدن کی عمدگی کا حل بھی نکل آ سکتا ہے، بالخصوص ملک کے موجودہ حالات اور حکم رانوں کے نظریات کی روشنی میں تو یہ کام جس قدر بھی کیا جائے کم ہے، ہر جگہ سے خبریں ہیں کہ اسکول میں ٹرینڈ ٹیچرز تمام بچوں سے شرکیہ اقوال وافعال کروا رہی ہیں، جن میں مسلم بچے بچیاں بھی شریک ہیں،

اس کی سنگینی کا والدین کو ذرا احساس نہیں ہے۔

یہ چند مثالیں ہیں غور کرنے سے آپ کو اپنے اپنے علاقے کے احوال کی روشنی میں اور بھی اچھی اچھی شکلیں سمجھ میں آسکتی ہیں بالخصوص کام شروع کر دینے کے بعد راہیں کھلنے اور غیبی مددیں آنے کے زندگی میں خوب تجربے ہو چکے ہیں۔آپ بھی کر کے دیکھ لیں۔

(ز) اخیر میں خود اپنے دین کی سلامتی اور فکر و نظر کے تحفظ کے واسطے یہ بات کہہ دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ عالمات و فاضلات اپنی استاد معلمات سے برابر رابطے میں رہیں، صرف اہل حق علماء کا لٹریچر مطالعہ میں رکھیں، عام خواتین میں سے بھی صرف انہی سے دینی امور میں تبادلۂ خیال کیا کریں جو اہل حق کے موقف سے باخبر اور مطمئن ہیں، یہ دور تیزی سے الحاد، ارتداد اور شک و ارتیاب کی مسموم ہوائیں چلا رہا ہے، سلامتیٔ ایمان و افکار کے سلسلے میں ذرہ برابر لا پرواہی مناسب نہیں ہے، بل کہ ذری سی غفلت بھی سمِّ قاتل ہے۔ہو سکے تو اپنے محرم کی اجازت اور نگرانی میں کسی شیخ کامل سے تحریری طور پر استفادہ کی صورت نکال لیں، ماضی میں بہت سی عورتیں اس طرح روحانی مراتبِ عالیہ تک پہنچنے میں کامیاب رہی ہیں۔

دعاء ہے کہ حق تعالیٰ ان معروضات کو شرف قبول عطا فرمائے اور سامعاتِ اجلاس کے لیے نافع بنائے۔

آمین والسلام والصلاۃ علی النبی الکریم

محمد عبدالقوی غفرلہٗ

۲۶/رجب المرجب ۱۴۴۶ھ

گوشۂ سیرت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو ہجرت کی اجازت دے دی

از: مرتب*

جب مکہ مکرمہ میں مسلمانوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کفار کا تشدد بڑھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ ہجرت کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ ایک ایک کر کے نکلنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ ہجرت کرنے سے پہلے ہی ابوسلمہ ابن عبدالاسد، ان کی اہلیہ اُمِّ سلمہ بنت ابی امیہ، عامر بن ربیعہ اور ان کی اہلیہ اُمِ عبداللہ بنت ابی حثمہ، مصعب بن عمیر، عثمان ابن مظعون، ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، عبداللہ بن جحش، عثمان بن الشرید اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم، یہ سب حضرات ہجرت کر گئے، حضرت ابوسلمہ، حضرت عبداللہ بن جحش، اور بعد میں حضرت عمرؓ بن خطاب اور حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ اپنے رفقاء کے ساتھ سب کے سب بنوعمرو بن عوف کے قبیلے میں فروکش ہوئے۔ ابوجہل بن ہشام، حارث بن ہشام، عاص بن ہشام، عیاش ابن ابی ربیعہ ماں شریک بھائی تھے، تو یہ لوگ مدینہ چلے آئے اور عیاش ابن ابی ربیعہ سے کہا کہ تمہاری ماں بہت غمگین ہے اور اس نے قسم کھالی ہے کہ وہ اس وقت تک گھر میں نہیں آئے گی، (باہر دھوپ میں ہی رہے گی) اور نہ سر میں کنگھی کرے گی نہ تیل لگائے گی، جب تک کہ تمہیں دیکھ نہ لے، اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم تمہیں بلانے کے لیے نہ آتے، ہم تمہیں تمہاری ماں کے بارے میں اللہ کا واسطہ دیتے ہیں، (یعنی ہمارے ساتھ واپس چلو) وہ بڑے رحم دل تھے، ماں کی محبت وشفقت کو خوب جانتے تھے، تو انہوں نے ان کی تصدیق اور ماں کی خاطر دل پسیج گیا، لیکن عیاش ابن ابی ربیعہؓ ان کی باتوں میں آکر ان کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا، حارث ابن ہشام نے یقین دہانی کرائی (کہ کچھ نہ کریں گے) جب وہ دونوں ان کو لے کر نکلے تو (راستے میں ان سے بدعہدی کر کے) ان کو باندھ دیا پھر وہ ان کی قید میں رہے یہاں تک کہ کسی تدبیر سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور فتح مکہ سے قبل ہجرت کرنے والوں میں شامل ہو گئے اور (اِدھر) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے نجات کی دعا کرتے رہے۔ عبدالرحمنؓ ابن عوف ہجرت کر کے بنوحارث بن خزرج میں سعدؓ ابن ابی ربیع کے پاس اترے، عثمانؓ ابن عفان، طلحہؓ بن عبیداللہ، زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی ہجرت کر گئے، اس طرح صحابہؓ یکے بعد دیگرے مدینہ پہنچتے رہے جب کہ کچھ لوگ ہی مکہ میں رہ گئے حتیٰ کہ وہ لوگ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہجرت کرنے کے بعد مدینہ پہنچ گئے۔ (دلائل النبوۃ: ۲/۳۳۸ تا ۳۳۹)

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

گوشۂ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

(حضرت حسنہؓ والدہ حضرت شرحبیل بن حسنہؓ)

از: مولانا مفتی رفیع حنیف قاسمی*

نام ونسب:

عظیم صحابیہ ہیں، قدیم الاسلام ہیں، ان کے نسب کے تعلق سے کتب سیر میں کچھ نہیں ملتا، صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ یہ عظیم صحابیِ رسول حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں اور خود بھی اولین سابقین میں شمار ہوتی ہیں۔ (اسد الغابۃ، شرحبیل بن حسنۃ: ۲/ ۳۶۰، دار الفکر، بیروت)

نکاح:

زمانۂ جاہلیت میں ان کا نکاح عبداللہ بن عمرو بن مطاع کندی سے ہوا، جن کے صلب سے حضرت شرحبیل بن حسنہؓ پیدا ہوئے، ابھی یہ کمسن بچے ہی تھے کہ شوہر عبداللہ کا انتقال ہوگیا، جس کے بعد حضرت حسنہؓ بچوں کے ہمراہ اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر ہوگئیں، یہ واقعہ بھی بعثتِ نبوی سے تقریباً پچیس یا تیس سال قبل کا ہے، چوں کہ اہلِ مکہ کو حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کے والدمحترم کے حوالہ سے کچھ علم نہ تھا؛ اس لئے وہ لوگ ان کو ان کی ماں کی نسبت ''شرحبیل بن حسنہ'' سے پکارا کرتے تھے۔ پھر بنو جمح کے حضرت سفیان بن معمر جمحی سے ان کا نکاح ہوا۔

یہ قبیلہ انصار کے بنو زریق سے تعلق رکھتے تھے، یہ مکہ آکر وہیں مقیم ہوگئے، حضرت سفیانؓ کو معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ نے متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنالیا، اوران کا نکاح اپنی آزاد کردہ باندی حضرت حسنہؓ سے کروایا دیا، تو ان سے حضرت حسنہ رضی اللہ عنہا کو دو بیٹے جابرؓ اور جنادہؓ تولد ہوئے۔ لیکن یہ بچے بہ جائے والد کی جانب منسوب ہونے کے معمر بن حبیب کے خاندان کی طرف منسوب ہونے گے۔ ''کانت أمه مولاة لمعمر بن حبيب الجمحي، فكان جنادة وجابر ابنا سفيان بن معمر بن حبيب إخوته لأمه،

---

* استاذ فقہ وادب: ادارہ کہف الایمان ٹرسٹ، بورہ بنڈہ، حیدرآباد

ویقال: إن معمر ازوج حسنة لرجل من الأنصار من بنی زریق، یقال له سفیان، وکان معمر قد تبناه، فنسب إلیه، فولدت له جابر او جنادة، فأسلم جابر وأخوه ‘‘

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، شرحبیل بن حسنۃ: ۳/ ۲۶۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی: ۱۴۱۵ھ)

قبول اسلام اور ہجرت حبشہ

جب دعوت حق کا مژدہ سنایا جانے لگا، بعثتِ نبوی کے بعد اسلام اور صداقت کی آواز مکہ کی گلی کوچوں میں لگائی جانے لگی، تو حضرت سفیان، حضرت حسنہ، حضرت شرحبیل، حضرت جابر اور حضرت جنادہ پورے خاندان نے بلا تأمل وچوں وچرا کے آقا دو جہاں ﷺ کی دعوت حق پر لبیک کہا، حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور اسلام کی نعمتِ عظمٰی سے بہرہ ور ہو گئے، اس قدر بڑی نعمتِ عظمٰی کے سارا خاندان مشرف با سلام ہو گیا، یہ شرف وعظمت بہت کم خاندانوں کے نصیب میں آئی، لیکن کفار ومشرکین اس غریب اور نہتے خاندان کو اذیتوں اور تکالیف سے دو چار کرنے لگے، جاں گسل، صبر آزما مراحل سے گذرنے کے بعد اللہ کے نبی ﷺ کی طرف سے حبشہ ہجرت کا حکم ہوا تو حضرت حسنہ رضی اللہ عنہا سن ۶ نبوی میں اپنے پورے خاندان کے ساتھ اسلام اور دین کی حفاظت کی خاطر حبشہ میں غریب الوطنی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہو گئیں، اس طرح مکمل گھرانے کو جہاں شرف اسلام سے مشرف ہونے کا بیک وقت موقع آیا، اسی طرح اسلام کی خاطر پورے گھرانے کو اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار و وطن کو چھوڑنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی، چنانچہ حضرت حسنہؓ تقریباً تیرہ سال حبشہ میں مقیم رہیں، پھر غزوۂ خیبر کے موقع سے اپنے سارے خاندان کے ساتھ مدینہ منورہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئیں، یہاں بنی زریق میں ٹھہرے، پھر حضرت سفیانؓ اور ان کے دونوں فرزندان جابرؓ وجنادہؓ کا بھی یہیں انتقال ہو گیا۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، شرحبیل بن حسنۃ: ۳/ ۲۶۵، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولی: ۱۴۱۵ھ)۔

اخلاق واوصاف اور بیٹے کی تربیت

اخلاق واوصاف کے اعتبار سے بڑی صابرہ وشاکرہ خاتون تھی، اسی خاتون کے بہ دولت سارا گھرانہ اسلام کی نعمت سے مشرف ہوا، دین واسلام کی خاطر اس خاندان نے جو قربانیاں دیں، خصوصاً صحابیِ رسول حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کی جانبازی، جاںثاری، جفاکشی نے کئی بڑے اور عظیم تاریخی شہروں اور ملکوں کو اسلام کی جھولی میں ڈال دیا۔ دورِ رسالت میں دس کاتبینِ وحی میں شامل تھے، آپ ﷺ نے مقوقس کے پاس پیغامِ رسالت کو پہنچانے کے لئے آپ کو روانہ کیا تھا، اس مہم کو نہایت حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے کر واپس ہو رہے

تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا، بعد عہدِ رسالت تمام ہی جنگوں میں شریک وسہیم رہے، سفارت کا فریضہ بھی بہ حسن وخوبی انجام دیا، پھر عہدِ ابی بوبکر میں جنگ یمامہ کے دس جھنڈوں میں سے حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ کے بعد تیسرے جھنڈے کا ذمہ دار آپ کو بنایا گیا، حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ مل کر نہایت جراءت و بہادری کا ثبوت دیا، اسی طرح گورنر ملکِ شام حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے حضرت شرحبیلؓ کو بصریٰ کی مہم پر روانہ کیا، بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا، پھر حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عبدالرحمن بن ابوبکرؓ کا لشکر آپہنچا، اس طرح پورے لشکر نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا، رومانس پوپ نے اسلام قبول کیا، اس نے شہر کے دروازے کھولنے اور اندر گھسنے میں مدد کی، اس طرح مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوگئی۔

(الواقدی، فتوح الشام:۲۸، ۳۰، دار الجیل، بیروت)۔

اس کے علاوہ حضرت شرحبیلؓ نے بیسان اور طبریہ کے فتح میں بھی بڑا کردار ادا کیا، اسی طرح اردن کی فتح کا سہرا بھی انہیں کے سر رہا، اہل روم نہایت برے طریقے سے شکست سے دوچار ہوئے۔ دراصل یہ حضرت حسنہؓ کی تربیت ونشونما اور پرورش کا نتیجہ تھا۔ (أسد الغابة فی معرفة الصحابة، الطبع الأول، بیروت لبنان)

حضرت شرحبیلؓ نے طاعونِ عمواس میں اردن میں بعمر ۶۷ سال وفات پائی۔

وفات

حضرت حسنہ رضی اللہ عنہا کے اس سے زیادہ احوال کتب تاریخ وسیر میں نہیں ملتے، شوہر اور دونوں اولاد جابرؓ اور جنادہؓ نے عہد عمری میں وفات پائی، جب کہ حضرت شرحبیلؓ نے طاعون عمواس میں اس دنیا سے کوچ کیا، شاید والدہ محترمہ بھی انہیں ایام میں کبھی وفات پائی ہو۔

(بقیہ صفحہ ۲۹ سے)

توصحابہ کرامؓ نے حیران ہوکر بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صحرا میں مشک کی اس قدر تیز خوشبو کہاں سے اور کیوں آرہی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اس میدان میں ابومعاویہ (حضرت عبیدہؓ) کی قبر موجود ہوتے ہوئے تمہیں تعجب کیوں ہورہا ہے؟ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

گوشۂ خواتین

عورت کب، کیسا لباس پہنے

ہم کو چاہئے کہ اپنی بیٹیوں کو سکھائیں کہ لباس کیسا زیب تن کریں!

از: مولانا عبدالقیوم وقار صاحب

عورت کے لئے مختلف افراد یا اوقات میں ستر اور حجاب کی حدود بھی مختلف ہیں۔غیر محرم افراد جن سے زندگی میں کسی وقت بھی نکاح ممکن ہے ان سے عورت پردہ کرنے کی پابند ہے، جس میں چہرہ بھی شامل ہے۔دیگر محرم افراد اور خواتین کے سامنے کیسا لباس پہنے، نیز مختلف تقریبات یا عمر کے مختلف حصوں میں اسے اسلامی حدود اور آداب کی روشنی میں کیسا لباس پہننا چاہیے آیئے! جائزہ لیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں: ’’ایسا باریک کرتا پہن کر محرم کے سامنے آنا بھی جائز نہیں جس سے پیٹ یا کمر یا پہلو یا پسلیاں ظاہر ہوں یا ان کا کوئی حصہ نظر آتا ہو‘‘۔(اصلاح النساء ص:۶۱۲)

شیخ صالح الفوزان ایک فتوے میں فرماتے ہیں: ’’عورت کے لیے اپنی اولاد اور دیگر محارم کے سامنے چھوٹا لباس (ہاف بازو، ٹخنے سے اوپر شلوار، ننگا سر، کھلا گلا) پہننا جائز نہیں، وہ ان کی موجودگی میں اسی قدر کھولے جس قدر کھولنے کی عادت رائج ہو اور جس میں کوئی فتنہ نہ ہو۔‘‘ (فتاویٰ برائے خواتین اسلام، ص:۴۹۷)

’’المرأة المسلمة‘‘ کے مصنف ابوبکر الجزائری لکھتے ہیں: ’’خاتونِ اسلام اپنی پنڈلی اور بازو کو اہل خانہ کے سامنے نہیں کھولتی اور نہ ہی وہ اپنے سر اور سینے کو کھولتی ہے تاکہ اس کے بال یا ہار دکھائی دینے لگے۔‘‘ وہ عورتوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں: آپ اپنے کپڑوں کو اتنا لمبا کیجیے جس سے آپ کے دونوں قدم چھپ جائیں اور اپنے سروں پر دوپٹہ اوڑھیے تاکہ آپ کے سر کے بال ڈھک جائیں۔اس طرح کا لباس اپنے گھر میں، اپنے محرموں یعنی والد، بھائی یا بیٹے کی موجودگی میں اختیار کیجیے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ہاں! عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے کپڑے اتار کر برہنہ ہو جائے یا جسم کا صرف نصف (پوری پنڈلیاں، بازو، سر، سینہ) حصہ یا چوتھائی حصہ (آدھے بازو، آدھی پنڈلیاں، سر) ہی ڈھانپے یا سینے اور گردن کو کھلا رکھے البتہ جب شوہر کے ساتھ تخلیہ میں ہو (تو ایسا کر سکتی ہے۔) (خاتونِ اسلام)

الشیخ صالح الفوزان کہتے ہیں: عورت کے لیے پانی کی طرح پتلا اور آر پار دیکھا جانے والا کپڑا پہننا جائز

نہیں، وہ صرف شوہر کے سامنے ایسا کپڑا پہن سکتی ہے۔ باریک اور ہلکا کپڑا اگرچہ اندرونِ خانہ ہی پہنا جائے یہ مکروہِ تحریمی ہے (یعنی حرام ہے) (فتاویٰ برائے خواتین اسلام)

بعض عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ جب محرم افراد کے سامنے کلائیوں کے اوپر کا حصہ، پنڈلیاں، گردن وغیرہ کھول سکتے ہیں تو پھر ان کے سامنے تنگ یا مختصر لباس بھی پہنا جا سکتا ہے۔

دراصل عورت کے لباس کی شرائط ایک الگ مسئلہ ہے اور محرم کے سامنے اعضاء کا کھولنا الگ مسئلہ۔ محرم کے سامنے عادت کے طور پر صرف چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کھولنا ہی درست ہے۔ اس سے زائد بدن کا حصہ محرموں کے سامنے ننگا رکھنا یا ایسے کپڑے پہننا جس سے اس سے زائد حصے ننگے رہیں اس کی اجازت نہیں۔ البتہ بوقت ضرورت پنڈلیاں، بازو، سر، گردن ننگے کیے جا سکتے ہیں۔ جیسے کپڑے دھوتے، وضو کرتے، یا برتن دھوتے ہوئے قمیص کی آستینیں چڑھا لینا یا صفائی کے وقت پائنچے چڑھانا، کنگھی کرتے، تیل لگاتے یا سر کی جوئیں دکھاتے ہوئے سر سے کپڑا اتار لینا لیکن اس کا تعلق ضرورت سے ہے۔ عادت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ عام قانون اور عادت یہی ہے کہ محرم افراد کے سامنے پورے بازو، بند گلے اور ٹخنوں کو ڈھکنے والا ازار پہنا جائے، سر پر دوپٹہ کھول کر اوڑھا جائے تاکہ سینہ اور گردن ننگی نہ ہو۔

محرم افراد کے لیے حکم ہے کہ وہ نسوانی اعضاء کی طرف نظر جما کر نہ دیکھیں۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو یہ ان کے لیے گناہ اور فتنے کا باعث ہے۔ ادھر عورت کے لیے حکم ہے کہ وہ عام حالات میں محرم افراد کے سامنے مکمل لباس پہنے۔ اگر اچانک کسی وقت یا ضرورت کے وقت بعض اعضاء کھل جائیں اور محرم افراد کی نظر پڑ جائے تو انہیں کوئی گناہ نہیں۔ اس لیے کہ وہ عورت کی عصمت کے محافظ اور اس کی ہر وقت ضروریات پوری کرنے اور خدمات انجام دینے والے ہیں۔

عورت چھوٹا، چست یا باریک لباس صرف شوہر کے سامنے پہن سکتی ہے۔ کیوں کہ اس کے لیے عورت کا پورا جسم دیکھنا حلال ہے۔ لباس کی شرائط جس چیز سے بچنے کے لیے رکھی گئی ہیں، میاں بیوی میں وہ چیز مطلوب اور حلال ہے۔ اگر عورت محرم افراد میں وہ لباس پہنتی ہے جو اصلاً شوہر کے لیے ہے تو یہ انہی جذبات وعوامل اور فتنوں کو ابھارنے والا کام ہوگا جن سے بچنے کے لیے ڈھیلے ڈھالے، موٹے اور پورے جسم کو ڈھانپ لینے والے لباس کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا حقیقی شرعی لباس وہ ہے جو پورا جسم ڈھانپ لے، جسم کو عریاں نہ کرے، نہ اعضاء کا سائز نمایاں کرے کیونکہ وہ دبیز، گاڑھا اور ڈھیلا ڈھالا ہوتا ہے۔ زیب وزینت کا لباس عورت کا حق ہے لیکن دلہن کا خصوصی حق۔ بشرطیکہ اس زینت میں حرام امور شامل نہ ہوں۔ ستر ڈھانکنا چوں کہ لباس کا بنیادی مقصد ہے اس لیے دلہن کے لباس میں بھی اس کا خیال رکھا جائے گا۔ البتہ عام

لباس کی نسبت قدرے قیمتی اور خوب صورت لباس تیار کرنا مستحب ہے۔

دورِ حاضر میں ایک ایک لاکھ کا جوڑا تیار کیا جاتا ہے اور وہ صرف ایک یا دو بار پہننے کے بعد ہمیشہ کے لئے بے کار ہو جاتا ہے۔ دلہن کے لیے ایسے بیش قیمت کپڑے تیار کرنا جو صرف ایک یا دو بار پہنے جاتے ہیں اسراف کہلاتا ہے جب کہ اسراف سے ربِّ کریم نے منع کیا ہے۔ نیز بہت زیادہ تعداد میں جوڑے بنانا بھی درست نہیں۔ تین چار جوڑے ہی کافی ہوتے ہیں۔ شادیوں یا تقریبات میں ذرا اچھے کپڑے پہنے جا سکتے ہیں کیونکہ یہ خوشی کے مواقع ہوتے ہیں۔ لیکن ہر تقریب پر نیا سوٹ بنانا اسراف ہے۔ شادیوں اور تقریبات پر بھی لباس کی شرعی حدود کا خیال رکھنا ضروری ہے کیونکہ ایک مسلمان اس وقت بھی مسلمان ہی ہوتا ہے۔

عام حالات میں ستر اور لباس کی حدود کا پاس رکھنے والی خواتین یا لڑکیاں بھی تقریبات پر بال کھولے یا جوڑا بنائے، ننگے سر، کھلے سینے، تنگ لباس یا ایسے لباس پہنے ہوتی ہیں جن میں خوبصورتی کے لئے سوراخ کیے ہوتے ہیں یا انہیں چیر کر ڈیزائن بنایا جاتا ہے۔ بسا اوقات وہ باریک بھی ہوتے ہیں۔ نیز عورتوں کے علاوہ عورت کے محرم رشتہ دار بھی اسے اسی حالت میں دیکھتے ہیں۔

کنواری لڑکیوں کا میکپ (Mackup) کرنا:

کنواری لڑکیوں کو ایسی زیب و زینت سے اجتناب کرنا چاہیے جو صرف شوہر کے لیے کی جاتی ہے مثلاً میک اپ اور زیورات کا بے محابا استعمال، کیونکہ اس قسم کی زینت اصلاً شوہر کا حق ہے۔ عورت جب شوہر والی ہی نہیں تو پھر ایسی زینت کیوں؟ اور کس کے لئے؟ دورِ حاضر میں شادی شدہ اور کنواری لڑکیوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا کیونکہ کنواری لڑکیاں بھی دلہنوں کی طرح بیوٹی پارلر سے تیار ہو کر تقریبات میں آتی ہیں۔ جب کہ کنواری لڑکیوں کو سادہ اور ہلکی زیب و زینت والے لباس پہننے چاہئیں۔ (حفظِ حیا اور کنواری لڑکیاں)

مطلقہ یا بیوہ کا بناؤ سنگھار کرنا

البتہ جو عورت مطلقہ ہو یا بیوہ ہو اور وہ دوبارہ شادی کرنے کا ارادہ رکھتی ہو، اس کے لئے زیب و زینت اختیار کرنا درست ہے۔ جس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث سے ملتی ہے۔

سبیعہ بنت حارث اسلمیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میرا نکاح سعد بن خولہ عامر رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا، وہ جنگ بدر میں حاضر ہوئے تھے اور حجۃ الوداع میں انتقال کر گئے اور اس وقت میں حاملہ تھی میرے شوہر کی وفات کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ وضع حمل ہو گیا۔ نفاس سے فارغ ہونے کے بعد میں نے نکاح کا پیغام بھیجنے والوں کے لیے زیب و زینت کی۔ اتنے میں ایک شخص ابوالسنابل ابن بعلبک جو قبیلہ عبدالدار میں سے تھے آ گئے۔ وہ کہنے لگے

تم نے کیوں بناؤ سنگھار کیا ہے؟ غالباً تم نکاح کی امیدوار ہو، اللہ کی قسم تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ تمہارے چار ماہ دس دن پورے نہ ہو جائیں۔ ابوالسنابل کی یہ بات سن کر میں نے اپنے کپڑے سنبھالے اور شام کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے اس بارے میں دریافت کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وضعِ حمل ہو جانے کے بعد تم آزاد ہو گئیں۔ اور مجھے حکم دیا کہ تم چاہو تو نکاح کر سکتی ہو۔ (صحیح مسلم)

عورت کا عورت کے سامنے جان بوجھ کر سینہ ننگا کرنا، سینے سے دوپٹہ ہٹانا، کہنیوں سے اوپر کے بازو ننگے کرنا، نصف پنڈلی سے اوپر کا حصہ ننگا کرنا، باریک چھوٹے یا تنگ کپڑے پہننا اسی طرح نازیبا ہے جس طرح محرم افراد کے سامنے۔ ● وہ ضرورت کے وقت عورتوں کے سامنے کنگھی کر سکتی ہے۔ ● کسی عورت سے بال بنوا سکتی ہے، تیل لگوا سکتی ہے۔ ● زیور پہننے اور بناؤ سنگھار کے لیے دوسری عورت کی مدد لے سکتی ہے۔ لیکن وہ جان بوجھ کر زیادہ دیر تک کے لیے عورتوں کے سامنے بھی دوپٹہ اتار کر یا سینہ ننگا کر کے نہیں بیٹھے گی۔ ● عورتوں کی موجودگی میں بچے کو دودھ پلا سکتی ہے البتہ یہ حیا کے لیے زیادہ بہتر ہے کہ اوپر کپڑا یا دوپٹہ اوڑھ لے۔ کسی عورت کی نظر پڑ جائے تو اسے گناہ نہیں ہوگا لیکن اس کے لیے یہ درست نہیں کہ بغیر وجہ کے عورتوں کے سامنے اپنا پیٹ، سینہ، پیٹھ، کمر ننگی کرے۔ ● اپنے جسم کے سامنے کا ابھار بھی عام حالت میں عورتوں کی نظروں سے چھپا کر رکھنا چاہیے۔ ضرورت کے وقت عورت عورت سے مالش کروا سکتی ہے، زخم کی جگہ دکھا سکتی اور دوا لگوا سکتی ہے۔ پیٹھ پر خارش کروا سکتی ہے۔

یاد رہے لباس کی جو حدود بتائی گئی ہیں، اُن کا مقصد اس بڑے کریہہ اور بے شرمی والے گناہ سے بچانا ہے جو پہلے تو نظر کے ذریعے صنف مخالف یا اپنی ہی کسی صنف کے فرد کو دیکھ کر ہوا کے ایک گرم جھونکے کی طرح گزرتا ہے پھر آہستہ آہستہ ایک طوفان بن کر آدمی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ اس وقت وہ یہ نہیں دیکھتا کہ یہ محرم ہے یا نامحرم، اپنا ہم صنف ہے یا صنف مخالف، عمر میں چھوٹا ہے یا بڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان تم میں سے ہر ایک کے اندر خون کی طرح گردش کرتا ہے۔'' (مسلم) اللہ تعالیٰ نے اس بڑے گناہ سے بچانے کے لئے اس تک پہنچنے والے تمام چھوٹے چھوٹے بلکہ انسانی آنکھ سے پوشیدہ رہنے والے سوراخ بھی ستر وحجاب، لباس کی حدود، گفتگو میں شائستگی اور بے حیائی پر مبنی حرکات کے احکام وآداب بتا کر حکماً بند کر دیے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ فتنہ اپنے ہم صنفوں میں زیادہ بھڑکتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں یہ شبہ ہی نہیں ہوتا کہ کوئی بدنیتی سے ایسا کر رہا ہے بلکہ بعض اوقات خود اس گناہ تک لے جانے والی حرکات کرنے والے کو بھی علم نہیں ہوتا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ علیم وحکیم ہے اور وہ جانتا ہے کہ کب اور کہاں فتنہ بھڑک سکتا ہے۔

تذکارِ صحابہ

حضرت عبیدہ بن حارثؓ

از: مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی*

حضرت عبیدہ بن حارثؓ کا شمار ان قدیم الاسلام صحابہؓ میں ہوتا ہے، جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے اعلانِ حق کے ساتھ ہی قبولِ اسلام میں سبقت فرمائی اور دامن نبوت سے وابستہ ہوگئے۔ آپ نہایت وجیہ، بہت بہادر اور جاں باز صحابی ہیں۔ غزوہ بدر کے سب سے پہلے زخمی اور آخری شہید صحابی ہونے کا شرف آپ کو حاصل ہے۔ خاندان قریش کے بہت ہی ممتاز اور نامور افراد میں تھے۔ ہجرت کے آٹھ مہینے بعد ماہ شوال میں ساٹھ یا اسّی مہاجرین کے ساتھ حضور اکرم ﷺ نے ان کو "رابغ" کی طرف جہاد کے لیے روانہ فرمایا تھا۔

مختصر سوانحی خاکہ: آپ کا اسم گرامی: عبیدہ، کنیت: ابوالحارث یا ابومعاویہ، والد کا نام حارث اور والدہ کا نام سخیلہ تھا، سلسلۂ نسب اس طرح ہے: عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب بن عبدمناف بن قصی القرشی۔ (اسد الغابہ: ۳/۳۵۶) حضرت عبیدہؓ حضرت ابوسلمہ بن اسدؓ، حضرت عبداللہ بن ارقمؓ اور حضرت عثمانؓ بن مظعونؓ نے ایک ساتھ اسلام قبول کیا، آں حضرت ﷺ اس وقت تک ارقم بن ابی ارقمؓ کے مکان میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔ (اسد الغابہ: ۳/۳۵۷) مکہ میں حضرت بلالؓ آپ کے اسلامی بھائی قرار پائے۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جز ۳: ۳۵ا) آپ میانہ قد وقامت، گندم گوں رنگ اور خوبصورت چہرے کے مالک تھے، آپ نے اپنی زندگی میں متعدد نکاح کیے جس کے نتیجے میں کئی اولادیں ہوئیں: معاویہ، عون، منقذ، حارث، محمد، ابراہیم، ریطہ، خدیجہ، سخیلہ، صفیہ۔ وغیرہ

حضرت زینبؓ سے نکاح: حضرت زینبؓ کا نکاح سب سے پہلے حضرت عبیدہ بن حارثؓ سے ہوا، ان کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش کے نکاح میں آئیں اور جب وہ بھی شہید ہوگئے تو اطلاع پا کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: "اے اللہ! تیرا ہر حال میں شکر ہے، تیری رضا میں میری رضا شامل ہے۔" حضرت زینب نے صبر وشکیب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ۳۰ر سال تھی۔ اب ان کی قسمت کا ستارا ایسی بلندی پر پہنچنے والا تھا کہ اس سے بڑی بلندی کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس شاکرو

* خادم التدریس ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

صابر بندی کے اعزاز میں کاشانۂ نبوت لکھا تھا۔ چناں چہ ایک دن نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نکاح کا پیغام بھیجا تو انھوں نے قبول فرما لیا۔اس طرح ہجرت کے اکتیسویں مہینے کی ابتدا میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ام المساکین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرما کر ان کے سر پر ''ام المؤمنین'' کا تاج بھی سجا دیا یہ ایسا اعزاز تھا جس کی وجہ سے آپ کے ماضی کے تمام دکھ درد ختم ہو گئے اور خوشی و مسرت کے شادیانے بجنے لگے۔

دورِ آزمائش اور سفرِ ہجرت: اسلام کے ابتدائی زمانے میں اسلام قبول کرنے والوں پر جو ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے اُن کے تصور سے ہی کلیجہ کانپنے لگتا ہے؛ لیکن دنیا کی تاریخ میں محبت اور جاں نثاری کی ایسی مثال کوئی دوسرا اب تک پیش نہیں کر سکا کہ جو شخص بھی نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی میں آ جاتا اسے کسی بھی قسم کے مظالم اور مصائب و آلام کا ذرہ بھر احساس نہ ہوتا، بل کہ وہ ان تکلیفوں اور مصیبتوں کو ہنس کر سہہ جاتا، اس کے پائے استقامت میں کبھی لرزہ طاری نہ ہوتا۔ حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی ام المساکین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا پر بھی دشمنانِ اسلام نے مظالم ڈھائے۔ ان دونوں جاں نثارانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جتنی سختیاں کی جاتیں ان کے اندر محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چنگاری شعلۂ جوالہ بن کر بھڑکنے لگتی۔ اُمُّ المساکین حضرت زینب رضی اللہ عنہا تو ابھی جواں سال تھیں جب کہ آپ کے شوہر حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی عمر زیادہ تھی؛ لیکن اسلام پر ثابت قدمی اور عقیدتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جذبہ ابھی جوان تھا۔ ابتلا اور آزمائش کے ان سخت ترین ایام کے بعد مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کا اذن ملا۔ جوں ہی حکم ہوا، حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ، حضرت طفیل رضی اللہ عنہ، حضرت حصین رضی اللہ عنہ اور حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ ایک ساتھ روانہ ہوئے، اتفاقاً راہ میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو بچھو نے ڈنک مارا، اس لیے وہ پیچھے چھوٹ گئے؛ لیکن دوسرے روز خبر ملی کہ وہ نقل و حرکت سے بالکل مجبور ہیں تو اُن کو اٹھا کر مدینہ لایا گیا، یہاں حضرت عبدالرحمن بن سلمہ رضی اللہ عنہ عجلانی نے خوش آمدید کہا اور لطف و محبت کے ساتھ میزبانی کا حق ادا کیا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تشریف لانے کے بعد حضرت عمیر بن حمام انصاری رضی اللہ عنہ سے مواخات کرادی اور مستقل سکونت کے لیے ایک قطعۂ زمین مرحمت فرمایا جس میں ان کا تمام خاندان آباد ہوا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث: ۳۵)

سریہ عبیدہ ابن حارث رضی اللہ عنہ: ہجرت کے آٹھویں سال ماہِ شوال کے آغاز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رابغ نامی علاقے کی طرف ایک سریہ بھیجا (ایسا اسلامی لشکر؛ جس میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شامل نہ ہوں) اس سریہ کا امیر شیخ المہاجرین حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس ٹولی کو ایک سفید جھنڈا عطا کیا جس کو حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ لیے ہوئے تھے۔ رابغ کے قریب جب یہ لشکر ''ثنیۂ مریہ'' کے مقام پر پہنچا تو ابوسفیان اور عکرمہ بن ابوجہل کی کمان میں دوسو مشرکین کی جماعت سے مڈبھیڑ ہوئی۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے

کفار پر تیر پھینکا۔ یہ سب سے پہلا تیر تھا جو مسلمانوں کی طرف سے کفار پر چلایا گیا۔

مدارج النبوت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''حضرت سعد بن وقاص ؓ نے کل آٹھ تیر پھینکے اور ہر تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا۔ کفار ان تیروں سے گھبرا کر فرار ہو گئے، اس لیے جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ اس سریہ کو ''سریۂ عبیدہ بن الحارث'' کہا جاتا ہے۔'' (طبقات ابن سعد)

غزوۂ بدر اور شرف شہادت: مذکورہ بالا سریے کے بعد آپ ؓ حق و باطل کی پہلی کشمکش یعنی غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، صف آرائی کے بعد مشرکین کی طرف سے عتبہ، شیبہ اور ولید نے نکل کر "ھل من مبارز" کا نعرہ بلند کیا، لشکر اسلام سے چند انصاری نوجوان مقابلہ کے لیے بڑھے تو انہوں نے پکار کر کہا کہ " محمد! ہم ناجنسوں سے نہیں لڑ سکتے، ہمارے مقابل والوں کو بھیجو، آنحضرت ﷺ نے حضرت علی ؓ، حضرت حمزہ ؓ، اور حضرت عبیدہ ؓ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا، جنبش لب کی دیر تھی کہ یہ تینوں نبرد آزما بہادر نیزے ہلاتے ہوئے اپنے اپنے حریف کے سامنے جا کھڑے ہوئے، حضرت عبیدہ ؓ اور ولید میں دیر تک کشمکش جاری رہی، یہاں تک کہ دونوں زخمی ہو گئے، چوں کہ حضرت علی ؓ اور حضرت حمزہ ؓ اپنے دشمنوں سے فارغ ہو چکے تھے، اس لیے دونوں ایک ساتھ ولید پر ٹوٹ پڑے اور اس کو تہ تیغ کر کے حضرت عبیدہ ؓ کو میدانِ جنگ سے اُٹھا لائے۔ (ابوداؤد) حضرت عبیدہ ؓ کا ایک پاؤں شہید ہو گیا تھا اور تمام بدن زخموں سے چور تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت علی ؓ آگے بڑھ کر حضرت عبیدہ ؓ کو اپنے کاندھے پر اٹھایا اور بارگاہِ رسالت میں لے آئے۔ اسی حالت میں حضرت عبیدہ ؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میں شہادت سے محروم رہا؟ ارشاد فرمایا ہرگز نہیں بلکہ تم شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر آج ابو طالب زندہ ہوتے تو وہ مان لیتے کہ ان کے اس شعر کا مصداق میں ہی ہوں ۔

وَ نُسْلِمُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ وَ نَذْهَلُ عَنْ اَبْنَائِنَا وَ الْحَلَائِلِ

(یعنی ہم حضور اکرم ﷺ کو اس وقت دشمنوں کے حوالہ کریں گے جب ہم ان کے اِرد گرد لڑتے لڑتے خون میں لت پت ہو جائیں گے اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں گے) اختتام جنگ کے بعد آں حضرت ﷺ کے ساتھ بدر سے واپس آئے؛ لیکن زخم ایسے کاری تھے کہ جانبر نہ ہو سکے، ۶۳ برس کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور مقامِ صفراء کی خاک پاک نے ان کو اپنے دامن میں چھپا لیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

عشق رسول ﷺ میں بے پناہ جاں نثاریوں اور فداکاریوں کی بدولت ان کو یہ شاندار کرامت نصیب ہوئی کہ ان کی قبر اطہر سے اس قدر مشک کی تیز خوشبو آتی کہ پورا میدان ہر وقت مہکتا رہتا۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک مدت کے بعد حضور اقدس ﷺ کا صحابہ کرام ؓ کے ساتھ منزل صفراء میں قیام ہوا۔۔۔ (بقیہ صفحہ ۲۲ پر)

اصلاحی مضامین

اسلام میں خاندانی نظام کا تصور

از: مولانا ابوبکر حنفی شیخوپوری

اللہ تعالیٰ نے زمین کی تخلیق فرمانے کے بعد نظامِ کائنات کو چلانے کے لیے اس میں خاندانی نظام تشکیل دیا، سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے، جن کی بائیں پسلی سے حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا کیا گیا، یہ میاں بیوی اس خاندانی نظام کا نقطہ آغاز تھے، پھر ان سے انسانی نسل بڑھنا شروع ہوئی، چناں چہ قرآنِ کریم میں ارشادِ خداوندی ہے: اللہ نے مٹی سے انسان کی تخلیق کی ابتدا فرمائی، پھر اس کی نسل کو ایک ذلیل پانی کے خلاصہ سے پیدا فرمایا (السجدہ) معلوم ہوا کہ میاں بیوی کا وجود نظامِ عالم کی بنیادی اکائی ہے، جس کے بغیر دنیا کی آبادکاری کا تصور محال ہے۔

خاندانی نظام اور ہمارا طرزِ عمل:

دورِ حاضر کا یہ المیہ ہے کہ خاندانی نظام بحیثیتِ مجموعی تنزلی اور پستی کا شکار ہے، انسانی زندگی کا یہ اہم ترین رشتہ تنازعات کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے، ضد اور انا کے بڑھتے ہوئے رجحان نے اسے خودغرضی کی بھینٹ چڑھا کر اس کے تقدس کو ایسا پامال کیا ہے کہ الامان والحفیظ۔ گھر گھر میں نفرت کی سلگتی آگ نے ماحول کو حرارت اور تپش سے ایسا معمور کیا ہے کہ محبت والفت کا شجرِ سایہ دار سوکھا ہوا تنا بن چکا ہے، عدالتوں میں خلع اور تنسیخِ نکاح کے ہزاروں کیس رپورٹ ہیں، کچہریوں میں ماں باپ میں سے کسی ایک کو بچے کی جبری حوالگی کے کرب ناک اور دل سوز مناظر روزانہ دیکھنے کو ملتے ہیں، اپنی آنکھوں میں مستقبل کی معماری کا خواب سجانے والے اور ستاروں پر کمند ڈالنے کے قابل قدر جذبات سینوں میں پالنے والے ہزاروں نونہالانِ قوم والدین کے جھگڑے میں اپنا مستقبل داؤ پر لگا بیٹھتے ہیں۔ اس تشویش ناک خاندانی صورت حال سے کیسے نکلا جائے اور معاشرے کو کس طرح امن وسکون کا گہوارا بنایا جائے؟ اس کے لیے اسلام کے اس بنیادی تصور کا مطالعہ ضروری ہے، جو خاندانی نظام کے احیاء اور اور بقاء کے لیے اس نے دیا ہے اور ان خامیوں کا ازالہ کرنا ناگزیر ہے جو خاندانی اور

معاشرتی تباہی کا سبب بنتی ہیں۔آیئے! قرآن وسنت کے زریں اصولوں کی روشنی میں اس اہم عنوان پر موجود شرعی ہدایات اوردینی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں۔

مزاج میں ہم آہنگی:

خاندانی نظام کو مثالی نظام بنانے کے لیے شریعتِ مطہرہ نے جو ہدایات دی ہیں ان میں سب سے پہلی اور بنیادی چیز میاں بیوی کے درمیان مزاج و مذاق میں ہم آہنگی ہے، زندگی کے اہم ترین رشتے کو آخر عمر تک نبھانے کے لیے یہ ضروری امر ہے کہ شادی سے پہلے اپنی پسند ناپسند کے اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر اور اپنی سابقہ طرزِ معاشرت سے صرفِ نظر کر کے اس نئی زندگی کے لیے ایک دوسرے کی عادات اور معیارات کو سمجھا جائے اور اس کی رعایت کرتے ہوئے زندگی گزاری جائے، اس میں شک نہیں کہ اس پر کچھ وقت لگے گا، لیکن حیاتِ مستعار کا یہ سفر محبت والفت کی گھنی چھاؤں میں گزرے گا اور گھر جنت نما بن جائے گا۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اگر شوہر یا بیوی میں سے کوئی ایک ناسمجھی میں یا کسی مجبوری کے تحت کوئی خلافِ مزاج کام کر دے تو دوسرا اس کو خندہ پیشانی سے قبول کرے اور اس کو بنیاد بنا کر جھگڑا نہ کرے ورنہ یہ معمولی جھگڑے کسی بڑے تصادم کا شاخسانہ بن کر محبت و پیار کی رداء کو تار تار کر سکتے ہیں، اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی زندگی کا عملی نمونہ ہمارے پاس موجود ہے، سورۂ احزاب کی تفصیلات کے مطابق ایک مرتبہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات نے ایک جنگ سے مالِ غنیمت کے حصول کے بارے میں سنا تو اپنے نان نفقہ اور روزمرہ کے اخراجات میں زیادتی کا مطالبہ کر دیا، نبی کریم ﷺ چوں کہ اقلیمِ فقر کے بادشاہ تھے، اس لیے یہ مطالبہ مزاج کے خلاف محسوس ہوا، آں حضرت ﷺ نے کسی بیوی کو نہ طلاق دی، نہ برا بھلا کہا اور نہ انہیں گھروں سے نکالا، بلکہ انہیں اپنی ناراضگی کا احساس دلانے کے لیے خود ان سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے ایک بالاخانے میں گوشہ نشین ہو گئے، ایک ماہ کے بعد جب آیتِ تخییر نازل ہوئی جس میں ازواجِ مطہرات کو اختیار دیا گیا کہ چاہے رسول ﷺ کے ساتھ شرفِ زوجیت کو قبول کر لیں یا دنیا کا ساز و سامان لے لیں تو سب وفا شعار بیویوں نے نبوت کے پاکیزہ حرم میں رہنے کو ترجیح دی، آپ ﷺ نے ان سے ناراضگی ختم فرما دی، پھر عمر بھر انہوں نے کوئی کام مزاجِ نبوت کے خلاف نہیں کیا۔

حقوق کی ادائیگی:

خاندانی نظام کو اسلامی اصولوں پر استوار کرنے کے سلسلہ میں دوسری اہم ہدایت باہمی حقوق کی ادائیگی

ہے، خاوند اپنے ذمہ حقوق کی ادائیگی کو ناگزیر سمجھے اور بیوی اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہ ہو، ظاہر سی بات ہے کہ تالی دو ہاتھ سے بجتی ہے، اگر ایک طرف سے مسلسل حق تلفی کا رویہ اپنایا جائے گا تو حد درجہ ضبط اور برداشت کے باوجود دوسری طرف سے بھی اس کا ردعمل آئے گا، پھر اس حقوق کی جنگ میں گھر جنت نظیر بننے کی بجائے میدانِ کارزار بن جائے گا، عموماً ان پڑھ مردوں کی طرف سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ بیوی کی گھر میں کیا حیثیت ہے، وہ تو محض نوکرانی ہے، جو میری خدمت کے لیے میرے ساتھ بیاہی گئی ہے اور بعض ناسمجھ عورتوں کی جانب سے یہ موقف سامنے آتا ہے کہ گھر میں ہمارا راج ہونا چاہیے، ہم خاوند کے واجبی حقوق ادا کریں یا نہ کریں ،کوئی اس بارے میں ہم سے باز پرس نہ کرے، ایسے میاں بیوی شریعت کی حدود کو توڑنے والے اور گھر کے چراغ سے گھر کو آگ لگانے والے ہیں، اسلام نے صریح لفظوں میں زوجین کے حقاق کو بیان فرمایا ہے اور ان کا تعین بھی کیا ہے، چناں چہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "ان عورتوں کے بھی (مردوں کے ذمہ) حقوق ہیں، جیسا کہ دستور کے مطابق (ان مردوں کے) عورتوں کے ذمہ حقوق ہیں"۔ (البقرہ)

عزت نفس کا لحاظ:

خاندانی نظام کو کامیابی سے چلانے کے لیے اسلام کا تیسرا زریں اصول عزتِ نفس کا لحاظ کرنا ہے، مرد کا نجی مجالس میں عورت کی خامیاں بیان کرنا اور عورت کا اپنی سہیلیوں کے سامنے خاوند کی عیب جوئی کرنا شریعت کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ ہے، اس سے بڑھ کر یہ خطرناک بات ہے کہ بھرے مجمع میں ایک دوسرے سے گالی گلوچ یا دست درازی کا رویہ روا رکھا جائے، عموماً ایسا معاملہ مرد کی طرف سے پیش آتا ہے، خاوند گلی محلے میں عام لوگوں کے سامنے جب اپنی شریکِ حیات کو سب وشتم کرتا ہے اور سر بازار اس کی عزت نیلام کرتا ہے تو یہ عورت کے لیے بڑا تکلیف دہ معاملہ ہوتا ہے، جیسے مرد کا جی چاہتا ہے کہ چار لوگوں میں میری عزت ہو ایسے عورت بھی اپنے اہل محلہ اور سہیلیوں میں عزت کی طلب گار ہوتی ہے۔ میاں بیوی کا یہ افسوس ناک طرزِ عمل اسلامی اصولوں سے متصادم ہے، اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں زوجین کے باہمی تعلق کی حساسیت کو یوں بیان فرماتے ہیں "وہ (عورتیں) تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو" (البقرۃ) لباس ہونے کا ایک مطلب مفسرین نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ جس طرح لباس وجود کو چھپاتا ہے اسی طرح میاں بیوی کو بھی ایک دوسرے کے عیوب پر پردہ ڈالنا چاہیے۔ لہٰذا ازدواجی سفر خوش گوار طریقے سے گزارنے کے لیے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کی کمیوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اور مثبت پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی گزاری جائے۔

عالمِ عرب

شام میں صبح طلوع!

ظلم وجبر کے ۵۴ سال کی داستانِ دلخراش

از: حضرت مولانا سید احمد ومیض ندوی نقشبندی مدظلہٗ *

" ٹپکتا خون، سسکتی آہیں، جلتی بستیاں، دہکتی آگ، بے گور وکفن لاشیں، بلکتا بچپن، بھوک سے بے تاب ادائیں، تاراج ہوتی مقدس قبائیں، لہوروتی لاچار ممتائیں، لہولہان گلیاں، انسانی خون کی بہتی ندیاں، ویرانی و تاریکی میں تبدیل ہوتی بستیاں، ملبے کے نیچے دفن ہوتی معصوم کلیاں، فضا میں بلند ہورہی روح فرسا چیخیں، اجڑتے محلے، جلتے مکانات، جی ہاں! ان سب کو ملانے سے اگر کسی چیز کی تصویر بنتی ہے تو اس کا نام ملک شام اور اس کا تاریخی شہر غوطہ ہے، اس وقت ملک شام وہی نقشہ پیش کررہا ہے جس کی ترجمانی سطور بالا میں کی گئی ہے، دنیا بھر کے درندوں کی درندگی ایک طرف اور شام کے سفاک اور اس کے پشت پناہ ظالموں کی درندگی ایک طرف۔ دنیا میں بڑے بڑے ظلم و جبر کے سورما گزرے، چشم فلک نے ہلاکو خان کی تباہی بھی دیکھی اور چنگیز خان کی چنگیزی کا بھی نظارہ کیا لیکن دور حاضر کے ہلاکو نے سب کو پیچھے چھوڑ دیا، اقتدار کے بھوکے اسد رجیم کی بربریت نے ظلم و جبر کے سارے ریکارڈ توڑ دیے، گزشتہ کچھ عرصے سے شام اور اس کے مشرقی شہر غوطہ میں بربریت کا جو ننگا ناچ ہورہا ہے وہ اقوام متحدہ کی جنگ بندی کی قرارداد کے باوجود تھمنے کا نام نہیں لے رہا ہے، غوطہ کی گلیاں اور اس کی شاہراہیں بے قصوروں کے خون سے رنگین ہیں، وہاں کی ہر شام شامِ غریباں اور ہر صبح صبح قیامت کا منظر پیش کررہی ہے، ہر طرف لاشوں کے انبار لگے ہیں، جگہ جگہ انسانی اعضاء بکھرے پڑے ہیں، محلے کھنڈرات میں تبدیل ہوچکے ہیں، ملبوں کے نیچے سے نعشوں کے نکالنے کا سلسلہ دراز ہوتا جارہا ہے، شام اور اس کے شہر غوطہ میں جو کچھ ہورہا ہے وہ کسی قیامت صغریٰ سے کم نہیں، قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے، رافضی بھیڑیوں کو آبادیوں پر چھوڑ دیا گیا ہے جو دن رات بے قصور مسلمانوں کو ذبح کررہے ہیں، غوطہ شہر شہر خموشاں کا منظر پیش کر رہا ہے" سطور بالا میں عاجز راقم الحروف کے ایک پرانے مضمون کا (جوسن 2018 میں ماہنامہ الفرقان میں شائع

* استاذِ حدیث دارالعلوم حیدرآباد

ہوا اور جس میں بشارالاسد کی جانب سے ڈھائے گئے مظالم پر روشنی ڈالی گئی) ایک اقتباس پیش کیا گیا ہے، یہ اقتباس اس لیے پیش کیا گیا ہے تاکہ قارئین کے سامنے گزشتہ 13 سال کے دوران بشارالاسد کی جانب سے شام کے سنی مسلمانوں پر ڈھائے گئے مظالم کی ایک جھلک آجائے۔ سفاک الاسد تاریخ کے کوڑے دان کی نذر ہوگیا، اسد خاندان کے اقتدار کا سورج اب ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا، اب اگرچہ قیامت تک کے لیے شامی مسلمانوں کو اس کے ظلم سے نجات مل گئی لیکن گزشتہ ٥٤ سال کے دوران ملعون بشارالاسد اور اس کے باپ حافظ الاسد نے ظلم و بربریت کی جو داستان رقم کی ہے اسے انسانی تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی، بشارالاسد کے روس فرار ہونے اور شام پر اپوزیشن کا قبضہ مکمل ہونے کے بعد بشار کے مظالم بے نقاب ہوتے جا رہے ہیں، گزشتہ تقریباً چھ دہائیوں سے شام کے مسلمان ظلم و ستم کی جن چکیوں میں پستے رہے ہیں اور آزمائشوں کے جن کٹھن مراحل سے گزرتے رہے ہیں اس کے تصور ہی سے روح کانپ جاتی ہے، اس عرصے میں کتنے خاندان اجڑے، کس قدر مال و متاع لٹا، کتنی ہی بستیاں مٹی میں ملا دی گئیں اور کیسے کیسے نورانی چہرے ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کر دیے گئے حقیقت یہ ہے کہ الفاظ کے پیرائے میں اس کا اظہار ممکن نہیں۔ شام 1920 میں پہلی جنگ عظیم اور خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد فرانس کی سرپرستی میں وجود میں آیا، 1946 تک فرانس کے انقلاب اور شام کی آزادی تک ملک کا انتظامی ڈھانچہ بدترین تقسیم سے دوچار رہا، آزاد شام کے قیام کے بعد بھی انتشار، بیرونی جنگوں اور اندرونی بغاوتوں کا شکار رہا، 1948 میں مقبوضہ فلسطین میں صہیونی حکومت کے قیام کے ساتھ ہی پہلے بیرونی فوجی تنازع نے جنم لیا، 1967 میں شام نے دوسری بڑی غیر ملکی جنگ کا تجربہ کیا، 1949 سے 1963 تک 7 فوجی بغاوتوں سے طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوا، 1956 میں یونین سے معاہدے کے بعد شام مشرقی بلاک کا رکن بنا، فروری 1958 میں شام اور مصر کے صدور شکری القوتلی اور جمال عبدالناصر کے مابین معاہدے کے بعد متحدہ عرب جمہوریہ کا قیام عمل میں لایا گیا اور اس طرح شام بنیادی طور پر ختم ہوگیا، نئے جمہوریہ کا دارالحکومت قاہرہ اور اس کے صدر جمال عبدالناصر تھے، 1960 میں دونوں ممالک کی پارلیمنٹ بھی تحلیل ہوگئی اور متحدہ پارلیمنٹ نے قاہرہ میں کام کرنا شروع کردیا، 1961 میں دمشق میں ایک اور بغاوت کے نتیجے میں متحدہ عرب جمہوریہ ختم ہوا، شام میں کہنے کو تو بعث پارٹی کی سیکولر حکومت تھی لیکن دراصل اس پر عسکری ادارے کا کنٹرول تھا، شام میں فوجی افسر بعث پارٹی کے ممبر بن سکتے تھے جب 1970 میں حافظ الاسد انقلاب کے ذریعے صدر بنے تو وہ شامی فضائیہ کے چیف تھے، ان کے عہد میں نام نہاد الیکشن ہوتے اور وزیر اعظم عمومی طور پر سنی ہوتا، لیکن سیاسی جماعتیں برائے نام تھیں، ملک کو بعث پارٹی ہی چلاتی تھی، یہ ایک

ہائبرڈ سسٹم تھا جو 40 سال تک چلتا رہا، لیکن پھر شام سخت دباؤ میں آ گیا، فروری 1971 میں حافظ الاسد کی صدارت سے دسمبر 2024 بشار الاسد کے فرار تک حکومت کے تقریبا 54 سال کا یہ دور نئے شام کی پوری تاریخ کا نصف سے زیادہ حصہ ہے، باپ اور بیٹے کا تخت صدارت پر آنا اور معزولی فوجی مہم جوئی کا نتیجہ رہا، شام رقبے اور آبادی کے اعتبار سے کوئی بڑا ملک نہیں لیکن اس کا محل وقوع بڑی اہمیت کا حامل ہے، روس کا بیرون ملک اکلوتا نیول بیس شام کی طرطوس بندرگاہ پر ہے، جو بحیرہ روم کے ساحل پر ہے، یوکرین جنگ کی وجہ سے روس شام پر توجہ مرکوز نہیں رکھ سکا، جس کا اپوزیشن نے فائدہ اٹھایا ادھر بشار الاسد کا قریبی حلیف اور ہر مشکل وقت میں ساتھ دینے والا ایران بھی اسرائیل کے ساتھ معاملات میں الجھا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ بشار الاسد کے تحفظ میں کوئی کردار ادا نہیں کر سکا، سن 2000 میں بشار الاسد تخت صدارت پر فائز ہوا، اسد فیملی کا تعلق شام کے ساحلی علاقے لاذقیہ اور نصیری فرقے سے ہے، جس کے آبادی 10 فیصد ہے، شام میں عیسائی 10 فیصد ہیں، دیگر 80 فیصد آبادی میں ۷۷ فیصد سنی اور ۳ فیصد شیعہ ہیں، ایران کی وجہ سے شیعہ آبادی نصیریوں کا ساتھ دیتی ہے۔ اس وقت دمشق پر قبضہ کر کے پورے ملک کو آزادی دلانے والی سب سے بڑی قوت ھیئۃ تحریر الشام ہے، جس کے سربراہ احمد حسین الشرع ابو محمد الجولانی ہیں، جولانی کا آبائی علاقہ گولان کا پہاڑی علاقہ تھا، جہاں یہ گھرانہ 1967 میں ہجرت کرنے پر مجبور ہوا، 1982 میں پیدا ہونے والے الجولانی نے شام اور عراق میں ایک اسلامی ریاست کے لیے مسلح جدوجہد کا راستہ اختیار کیا، ان کے والد نے بھی اسد حکومت میں قید و بند کی صعوبتیں اٹھائی تھیں، اور وہاں سے فرار ہو کر اردن سمیت کئی عرب ممالک میں سکونت اختیار کی تھی، موجودہ سربراہ 2011 میں میں شام کی خانہ جنگی کے دوران عراق سے شام واپس آئے اور یہیں اپنے مسلح گروپ کی بنیاد رکھی، جس نے القاعدہ سے بتدریج دوری اختیار کی، اس وقت ابو محمد الجولانی دنیا بھر میں سرخیوں میں ہیں، حلب پر قبضے کے بعد انہوں نے ایک انٹرویو دیا جس میں انہوں نے اعلان کیا کہ **جو فوجی ہتھیار ڈال دیں گے انہیں عام معافی دے دی جائے گی، مخالفین اور حریف گروپ کے خلاف کوئی انتقامی کاروائی نہیں ہوگی، جولانی نے فتح کی خوشی میں ہوائی فائرنگ کی بھی ممانعت کردی، شامی مہاجرین جو مختلف ملکوں یا پناہ گزین کیمپوں میں ہیں انہیں دعوت دی کہ وہ واپس آ کر ملک کی تعمیر کریں اور قانون کی بالادستی کو یقینی بنائیں۔** جولانی کا یہ انٹرویو انتہائی امید افزا ہے لیکن شام میں استحکام کے تعلق سے ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ حالات کونسی کروٹ لیں گے البتہ اتنا ضرور ہے کہ اپوزیشن کے کامیاب انقلاب نے بشار الاسد کے انسانیت سوز مظالم سے پردہ ہٹایا۔ بشار کے سیاہ کرتوت اور اس کے ظلم و بربریت کی داستان کسی سے مخفی نہیں، اسد خاندان نے شام میں قتل و خون کا جو

دریا بہایا اور ظلم و بربریت کا جو ننگا ناچ کیا وہ انسانیت کے ماتھے پر ایک بدنما داغ ہے، پانچ لاکھ شامی بشار کی ہوسِ اقتدار کی بھینٹ چڑھ گئے، 50 لاکھ کے قریب مہاجرت پر مجبور ہو گئے، ادلب، حلب، حماہ سمیت بڑے شہر کھنڈر میں تبدیل ہو گئے، اپوزیشن کے فوجیوں نے جب شام میں قائم جیلوں اور عقوبت خانوں کے دروازے کھول دیے اور بے گناہ قیدیوں کو رہا کر دیا تو ان عقوبت خانوں سے رہا ہونے والے بے قصور شہریوں نے جو بھیانک داستانیں میڈیا کو سنائی ہیں اس کے تصور ہی سے روح کانپ جاتی ہے اور جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان عقوبت کدوں کی ساری تفصیلات زیر قلم نہیں لائی جا سکتی لیکن ان کی مختصر جھلک تو پیش کی جا سکتی ہے" آمریت کے اس تاریک دور میں شام میں لوگوں کی آواز دبانے کے لیے انہیں گرفتار کر کے کئی کئی برس تک سلاخوں کے پیچھے دھکیلنے کا سلسلہ 70 کی دہائی سے جاری رہا، چنانچہ تدمر، طرطوس اور دمشق سمیت ہر شہر بلکہ چھوٹے قصبوں میں بھی جیلوں کا ایک وسیع نیٹ ورک قائم کیا گیا لیکن ان میں سب سے زیادہ بدنامی دمشق کے مضافات میں واقع صیدنایا نامی جیل کے حصے میں آئی، اسے ہیومن سلاٹر ہاؤس، بلیک ہول، ریڈ جیل کے ساتھ دنیا کا سب سے خطرناک عقوبت کدہ بھی کہا جاتا ہے، اتوار کی صبح کو اپوزیشن نے دمشق پر قبضہ کرتے ہی اس مذبح خانے کا دروازہ کھول دیا، جس سے ساڑھے تین ہزار قیدی برآمد ہوئے تاہم یہ سب اوپر کی منزلوں میں تھے، زیر زمین دو فلور اتوار کی شام تک نہیں کھولے جا سکے، وہ بھی قیدیوں سے بھرے ہوئے تھے لیکن وہاں تک رسائی کا راستہ کسی کو معلوم نہیں تھا، اسدی قصاب یہ خفیہ راستے بند کر کے بھاگ چکے تھے، میڈیا پر دنیا بھر کے ماہرین سے اپیل کی گئی کہ وہ کوئی تکنیک بتائیں کہ کس طرح ان مظلوموں تک رسائی حاصل کی جائے؟ تاہم رات گئے اس کا ایک حصہ کھول دیا گیا، جسے القسم الاحمر یعنی ریڈ سیکشن کہا جاتا ہے، یہاں سے سیکڑوں قیدی رہا ہوئے، القسم الاحمر دراصل پھانسی گھاٹ ہے، جنہیں قتل کرنے کا فیصلہ ہوتا انہیں اس سیکشن میں منتقل کر دیا جاتا، صیدنایا کو عرب میڈیا میں المسلخ البشری یعنی انسانی مذبح خانہ اور السجن الاحمر سرخ جیل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، گوانتاناموبے جیل اس کے سامنے عشرت کدہ ہے، یہاں کتنے قیدی قتل ہوئے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ یہاں سے باہر نکلنے والی نکاسی کی لائن سے خون بہتا ہوا دیکھا گیا تھا، جی ہاں انسانی خون کی ندی۔ یومیہ کم از کم 50 شامیوں کو یہاں قتل کیا جا رہا تھا، اس جیل کے احاطے سے ہزاروں افراد کی کھوپڑیاں برآمد ہونے کا امکان ہے، اس جیل کے اندر ایک شمشان گھاٹ بھی ہے، جہاں قیدیوں کی باقیات کو جلایا جاتا تھا، یہاں 2011 سے 2015 تک 13 ہزار قیدیوں کا گلا گھونٹ کر قتل کیا گیا، اسدی حکومت نے 2017 میں یہاں ہزاروں قیدیوں کو زندہ جلا دیا تھا تاکہ ان کے ہلاکتوں کو چھپایا اور جنگی

جرائم کے ثبوتوں کو مٹایا جا سکے، قیدیوں کو دوا دینے یا علاج کرانے کا کوئی تصور نہیں ہے، خواتین کے لیے یہ دہرا جہنم ہے، عصمت دری بلکہ اپنے مرد رشتہ داروں کے سامنے عزت لوٹنا صیدنایا کا معمول تھا حتی کہ یہاں مرد قیدیوں کے ساتھ جنسی زیادتی کی رپورٹیں بھی سامنے آئی ہیں، صیادنایا کے ایک زندہ بچ جانے والے قیدی نے بتایا کہ قیدیوں کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ یا تو خود مر جائیں یا اپنے کسی قریبی عزیز یا جاننے والے کو ماردیں، صیادنایا جیل میں نمک سے بھرے کئی کمرے ہوتے ہیں، جن کی سطح تقریبا20 سے 30 سینٹی میٹر تک ہوتی ہے، اور یہ قیدیوں کو ذہنی طور پر عذاب دینے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، ان میں ان قیدیوں کی لاشیں رکھی جاتی ہیں جو تشدد یا بھوک سے مرچکے ہوتے ہیں، ہر لاش پر ایک نمبر لکھا جاتا ہے، پھر اسے نمک میں 48 گھنٹے تک رکھا جاتا ہے، اس کے بعد اسے تشرین اسپتال لے جایا جاتا ہے، تاکہ موت کا سرٹیفکیٹ جاری کیا جا سکے، اور پھر اسے فوجی پولیس والے لے جا کر اجتماعی قبروں میں دفن کر دیتے ہیں، یہ جیل بھی سیاسی قیدیوں خاص کر اخوان المسلمون کی قیادت اور کارکنوں کے لیے مختص ہے، یہ محض ایک جھلک ہے جو الجزیرہ نے دکھائی ہے، ورنہ صیدیانا کے مظالم پر کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں، ۸/ دسمبر بروز اتوار کو اس جیل سے رہائی پانے والے ایک دمشقی شخص کی ویڈیو وائرل ہوئی ہے اس کا کہنا تھا کہ اس رب کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہماری پھانسی کے لیے آج کا دن مقرر تھا، اب سے نصف گھنٹہ پہلے مجھ سمیت ٥٤/ قیدیوں کو تختہ دار پر لٹکانے کی فہرست جاری ہو چکی تھی، اگر اپوزیشن جنگجو صیدنایا کا دروازہ نہ توڑتے تو اب تک مجھے اور ان قیدیوں کو پھانسی دی جا چکی ہوتی، اس جیل سے ایسے قیدی بھی نکلے ہیں جنہیں ابھی تک نہیں معلوم کہ بشارالاسد کا باپ مر گیا ہے یا زندہ ہے، ایک اور قیدی جس کا نام جیل میں قیدی نمبر 1100 تھا وہ کہتا ہے کہ یہ 2019 کی بات ہے کہ شادی کے دو ماہ بعد مجھے حماہ شہر کے البطاطا چیک پوائنٹ پر دہشت گردی کے الزام میں گرفتار کیا گیا، پہلے حلب کی عسکری انٹلی جنس برانچ اور پھر وہاں سے تین سال کے لیے اسٹیٹ سیکیورٹی میں رکھا گیا بعد ازاں حلب کی مرکزی جیل منتقل کر دیا گیا، میرے ساتھ یہاں جو ہوا سو ہوا لیکن میں اس 16 سالہ لڑکی کی گرفتاری اور تشدد کے نتیجے میں اس کی موت کو نہیں بھلا سکتا، وہ کربناک منظر میری زندگی کا روگ بن کر دماغ سے ہمیشہ کے لیے چپک گیا ہے، جب ہمارے عقوبت کدے میں یونیورسٹی کی 16 سالہ لڑکی کو لایا گیا، وہ لہولہان تھی میرے پاس پٹی کا کپڑا نہیں تھا، اس لیے اپنے جسم کے کپڑے پھاڑ کر اس کے سر پر پٹی باندھی، اس کے سر پر اتنا تشدد کیا گیا تھا کہ سارے بال جھڑ چکے تھے، دو روز تک اس کی سانس چلتی رہی اور پھر وہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی، اس کے ساتھ ایک بزرگ خاتون اور دو خواتین ڈاکٹرز بھی قید تھیں جن پر انقلابیوں کا علاج کرنے کا الزام تھا، جب کوئی قیدی تشدد سے مر جاتا تو اسے

ایک کمبل میں لپیٹ کر ہمارے ساتھ ہی کمرے میں چھوڑ دیا جاتا تھا اور بعد میں اسے کسی نامعلوم جگہ لے جایا جاتا، خواتین کے لیے اسدی جیل جہنم کا مقام تھا، ہم یقین نہیں کر سکتے تھے کہ یہ حقیقت ہے کہ ہم کبھی روشنی دیکھ سکیں گے، خوشی اتنی بڑی تھی کہ ہم نے نعرے لگائے، تکبیریں بلند کی، اور خواہش کی کہ ہم اپوزیشن فوجیوں کو گلے لگا سکیں، اور ان کے ہاتھ چوم سکیں۔

ایک اور رہا شدہ قیدی صافی یاسین کہتے ہیں: مجھے ۷/مئی 2011 کو گرفتار کر لیا گیا تھا، اس کے بعد میرے لیے جسمانی اور نفسیاتی اذیت کا ایک طویل سفر شروع ہوا، جو تقریباً 14 سال تک جاری رہا، میں نے صید نایا جیل میں ایک پورا سال گزارا، وہاں کا تشدد ایسا تھا کہ اسے بیان کرنا یا لکھنا ممکن نہیں، جو مناظر میں نے وہاں دیکھے وہ میری یادداشت سے موت تک مٹ نہیں سکتے، میں اس ضعیف شخص کو کبھی نہیں بھول سکتا جو خون میں لت پت تھا اور کچھ وقت بعد وفات پا گیا، مجھے 31 سال قید کی سزا سنائی گئی تھی مگر اللہ نے اپوزیشن کی برکت سے رہائی نصیب فرمادی۔

محمد ماہر نامی شامی شہری کہتا ہے کہ سات نومبر 2017 کو مجھے حمص کے ایک چیک پوائنٹ پر گرفتار کیا گیا، ہر لمحہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے موت قریب ہے، اس قدر تشدد اور وحشیانہ طریقے تھے جنہیں ایک جانور بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا لیکن جو بات مجھے کبھی نہیں بھولے گی وہ یہ تھی کہ جب میں میزہ سیکورٹی برانچ میں تھا ایک بس آئی جس میں کچھ قیدیوں کو منتقل کیا گیا تھا اور ان میں ایک قیدی تھا جو میرے بہنوئی سے ملتا جلتا تھا، میں نے پہلے دل میں کہا کہ یہ ایمن نہیں ہوسکتا، یہ ممکن نہیں کہ وہ ہو، کیونکہ اس شخص کے دونوں پاؤں نہیں ہیں، میرا بہنوئی ایسا نہیں تھا پھر میں اس کے قریب گیا اور اس سے اس کا نام پوچھا تا کہ میں شک کو یقین میں بدل سکوں لیکن سب سے بڑا صدمہ یہ تھا کہ وہ دماغی طور پر مفلوج تھا اس لیے وہ اپنا نام نہیں بتا سکا، پھر میں نے اس کی کلائی پر موجود ایک خاص کڑے سے اس کو پہچان لیا، تب پتہ چلا کہ وہ میرا بہنوئی ہی ہے، میں نے اسے کچھ یاد دلانے کی کوشش کی، مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ واضح رہے کہ اسدی حکومت نے عوامی تحریک کے آغاز یعنی مارچ 2011 سے اگست 2024 تک 136614 شامیوں کو قید کر کے جیلوں میں ڈالا تھا، جن میں 3698 بچے اور 8504 خواتین شامل ہیں۔ (رپورٹ: روزنامہ اسلام)

ترک خبر رساں ایجنسی اناطولیہ کے مطابق اسدی دور اقتدار کے دوران لاکھوں شامی شہری مختلف قسم کے مظالم اور تشدد کا شکار ہوئے، 72 مختلف طریقوں کے ذریعے ان پر تشدد کیا گیا اور یہ مظالم ملک بھر میں 50 سے زائد جیلوں اور حراستی مراکز میں انجام دیے گئے، شامی نیٹ ورک برائے انسانی حقوق کے مطابق ظالم حکومت

نے کم از کم 12 لاکھ شامیوں کو گرفتار کیا اور انہیں خانہ جنگی کے دوران بدترین تشدد کا نشانہ بنایا، نیٹ ورک کی جانب سے تیار کردہ رپورٹ کے مطابق یہ مراکز سول جیلوں فوجی جیلوں غیر سرکاری خفیہ حراستی مراکز اور سیکورٹی یونٹس کے تفتیشی مراکز پر مشتمل تھے جو تقریباً تمام صوبوں میں موجود تھے، جب شامی اپوزیشن نے ملک کے مختلف علاقوں کا کنٹرول حاصل کیا حلب حماہ حمص اور السودا جیسے شہروں کے مرکزی جیلوں سے قیدیوں کو رہا کر دیا گیا، ان جیلوں میں صیادنایا، المزہ، القابون، البالون اور تدمر شامل تھے، ان کے علاوہ حکومت نے خفیہ حراستی مراکز بھی قائم کیے تھے، جو خاص طور پر تشدد کے لیے بنائے گئے تھے یہ مراکز بشار الاسد کے بھائی ماہر کی قیادت میں فوج کی چوتھی ڈویژن کے تحت کام کرتے تھے، یہاں تک کہ حکومت نے 2012 کے اوائل میں کچھ گھروں اور کھیل کے میدانوں کو بھی حراستی مراکز میں تبدیل کر دیا، حماہ کے شمال مغرب میں واقع دیر شمیل کیمپ بھی ان خفیہ مراکز میں شامل تھا ان مراکز کے علاوہ چار اہم انٹیلیجنس ایجنسی کے تحت مراکز بھی کام کرتے تھے جن میں فوجی انٹیلیجنس جسے فوجی سیکورٹی بھی کہا جاتا ہے، سیاسی سیکورٹی عمومی اینٹلی جنس جسے ریاستی سیکیورٹی کہا جاتا ہے اور فضائی انٹیلیجنس شامل تھے، عوام کو عذاب دینے کے لیے جابر حکومت نے 72 مختلف قسم کے تشدد کا استعمال کیا جس میں جسمانی نفسیاتی اور جنسی تشدد شامل تھا، دیگر انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں میں جبری مشقت اور قیدیوں کو تنہائی میں رکھنا شامل تھا، جسمانی تشدد کی ان گھناونی شکلوں میں قیدیوں کے جسم کے مختلف حصوں پر کھولتا ہوا پانی ڈالنا، سر کو پانی میں ڈبو کر سانس گھٹانے کا احساس دلانا شامل تھا، حکومت نے ناخن کھینچنے، بال نوچنے کان اور دیگر اعضاء کو کاٹنے جیسے ہتھکنڈے بھی استعمال کیے، اور ان مظالم کے لیے قینچی اور دوسرے آلات کا سہارا لیا جاتا، اجتماعی جنسی تشدد بھی عام تھا، یہاں تک کہ مرد قیدیوں کے ساتھ بھی روا رکھا جاتا تھا، صیدنایا کے انسانی مذبح میں تلاشی کے دوران میڈیا کو پھانسی گھاٹ سے ایک خودکار میکس بھی ملا ہے، یہ انسانی بھینٹ کے لیے استعمال ہونے والی ایک خصوصی مشین ہے، بیک وقت مختلف امور سرانجام دینے والی یہ مشین کائنات کی غلیظ ترین مخلوق نے ایجاد کی ہے، اسے قیدیوں کی لاشوں سے چھٹکارا پانے سمیت متعدد مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، یہ مشین زندہ قیدیوں کو کچلنے کے لیے بھی استعمال کی جاتی تھی، اس میں ایک اٹو میٹک لفٹ بھی ہے جس کے ذریعے پھانسی کے بعد لاشوں کو اوپر لے جایا جاتا تھا، مکس کے ساتھ پھانسی کے رسے ان پر باقی رہنے والے خون کے دھبے اور دیگر اذیت کے مناظر جو دنیا کے کسی بھی جیل کے مقابلے میں زیادہ ہولناک تھے، میڈیا کے توسط سے پوری دنیا نے دیکھ لیے، اور ان مناظر نے انسانیت کے رونگٹے کھڑے کر دیے ہیں، پھانسی کے مکس یا لاشوں کے مکس قیدی کی گردن توڑنے کے بعد اس کے جسم سے تمام مائع مواد خون پانی وغیرہ نکالنے

کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، پھانسی کے بعد لاش کو اس ہائیڈرولک مکس میں رکھا جاتا ہے، یہ مشین اسے زور سے پریس کر کے کھوکھلا بنا دیتی ہے، جسم کو کچلنے سے خون اور دیگر سیال مادے نکل جاتے ہیں، اس کے بعد ایک تو لاش جلدی خراب نہیں ہوتی اور دوسرا اس کا وزن کم رہ جاتا ہے، جس سے جیل کے عملے کے لیے لاشوں کو آسانی سے نامعلوم مقامات تک منتقل کرنا آسان ہو جاتا ہے، سیدنایا کی گلیوں میں جہاں موت کی پرچھائیاں قیدیوں کی سانسوں کے ساتھ گھل مل جاتی ہیں، قیدیوں کو کچلنے والا یہ اعلیٰ ایک سفاک نظام کی بربریت کی علامت اور انسانیت کے خلاف روافض کے جرائم کی نشانی کے طور پر تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ (الجزیرہ)

صیدنایا سے رہا ہونے والے بہت سے ایسے افراد سامنے آئے ہیں جو بدترین تشدد کی وجہ سے اپنا ذہنی توازن کھو کر مکمل پاگل ہو چکے ہیں، جمال السیداوی طرابلس کے حنفی فقہاء میں سے ہیں، طرابلس کی مشہور روحانی وعلمی شخصیت، فقہ حنفی کی کتاب صفاء اللحبین فی فروض العین کے مصنف ہیں، ان کا بیٹا علی جمال السیداوی دمشق میں دینی تعلیم حاصل کر رہا تھا کہ 2009 میں لاپتا کر دیا گیا، اہل خانہ رو دھو کر مایوس ہو گئے، مردہ سمجھ کر فاتحہ بھی پڑھ لی اور قیامت کا انتظار کرنے لگے، اب تو اسے بھولے بھی دہائی گزر چکی تھی کہ پرسوں جب قیدیوں کے حوالے سے سوشل میڈیا پر ٹرینڈ چلا تو شیخ کے اہل خانہ نے بھی اپنے لخت جگر کی تصویر شیئر کر کے کہا کہ یہ بھی 15 سال سے لاپتا ہے اگر کچھ پتہ چلے تو اطلاع دی جائے، کل جب صیدنایا جیل کھلی تو اس میں کئی جسمانی ذہنی معذور قیدیوں کو بھی لوگوں نے اٹھا کر باہر لایا، ان میں ایک علی جمال الشیداوی بھی تھا مکمل طور پر مجنون اور پاگل، کڑیل نوجوان اب ہڈیوں کا ڈھانچہ جو اپنے قدموں پر کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا، یہ نوجوان اسلامی جمہور ایران کے چہیتے بشار الاسد کی انسان دوستی کا ایک زندہ اور لازوال ثبوت ہے۔

گزشتہ دنوں اپوزیشن کے شام پر قبضے کے بعد شام کا وحشی کتا طلال دقاق شامی مجاہدین کے ہتھے چڑھ گیا، جسے سر عام حماہ شہر میں پھانسی دی گئی، یہ ہزاروں شامی مسلمانوں کا قاتل تھا یہ سنیوں کو شہید کر کے ان کی لاشوں کو اپنے پالتو شیروں کے سامنے پھینک دیا کرتا تھا، یہ پورے شہر حماہ کی تجارت پر ناجائز قبضہ کیا ہوا تھا اور سنی خواتین کی عزتیں پامال کرتا تھا، شام میں قائم کیے گئے قید خانوں کی تہہ بہ تہہ سرنگوں سے نکالے گیے بے شمار انسانی ڈھانچوں کھوپڑیوں اور ہڈیوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ رافضی نصیری کس قدر گرے ہوئے لوگ ہیں، ایسے مظالم کی توقع تو یہود ونصاریٰ سے بھی نہیں کی جاسکتی، ان مظالم کی راست ذمہ داری ایران پر عائد ہوتی ہے، اس لیے کہ یہ سارے ابلیسی کرتوت اسی کی پشت پناہی میں انجام دیے گئے، ان مظالم سے ایران کا مکروہ چہرہ کھل کر ساری دنیا کے سامنے بے نقاب ہو چکا ہے، بشار کے فرار ہونے کے بعد اس کے مظالم کی نت نئی تفصیلات سامنے

آرہی ہیں، دمشق کے ایک ہاسپٹل کا ایک دل دہلانے والا ویڈیو گزشتہ دنوں سامنے آیا، جس میں ہاسپٹل کے مردہ خانے کے برفانی سیکٹر میں ہزاروں لاشیں مرد وخواتین اور نوجوان بچوں اور بچیوں کی پڑی ہوئی ہیں، جن کے اعضاء آپریشن کر کے نکال لیے گئے ہیں، اور انٹرنیشنل مارکیٹ کو سپلائی کر دیے گئے ہیں، جب hts کے مجاہدین نے وہاں کے حراس کو گرفتار کر کے اس کا بیان لیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب قید خانوں سے لائے گئے ہیں یہ وہ قیدی ہیں جنہوں نے بشار کے حکم نامے پر دستخط کرنے سے انکار کیا تھا، ایک جیل خانے کی سرنگ سے مذبح عام کا انکشاف ہوا ہے، جہاں قیدیوں کو پیچھے ہاتھ باندھ کر لکڑی کاٹنے والی اٹومیٹک آری گلے پر رکھ کر بٹن دبا دیا جاتا، ایک لمحے میں سر تن سے جدا ہو جاتا، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک گھنٹے میں کتنے بے قصوروں کو ذبح کر دیا گیا ہوگا۔

بشار کے زوال اور شام کی آزادی سے یہ حقیقت طشت از بام ہوتی ہے کہ ظالم چاہے کتنا ہی طاقتور ہو اس کا انجام ذلت ورسوائی ہے اور آخر کار اسے زوال سے دو چار ہونا پڑتا ہے، دنیا میں بڑے بڑے ظالم آئے اور مٹ گئے، جب ظلم حد سے گزر جاتا ہے تو مٹ جاتا ہے، مظلوم چاہے کتنا ہی کمزور ہو آخر کار اسے نصرت خداوندی حاصل ہوتی ہے، تاریخ گواہ ہے کہ ظلم کی آندھی زیادہ دیر تک نہیں ٹکتی، اور مظلوم کی آہ میں اللہ نے وہ تاثیر رکھی ہے کہ ظالموں کو آخر کار منہ کی کھانی پڑتی ہے۔

افاداتِ اکابر

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی امام ابویوسفؒ کو چند قیمتی نصیحتیں

از: مولانا مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

(۱) پہلے علم حاصل کرو، پھر حلال مال جمع کرو، پھر نکاح کرو۔ اس لئے کہ پڑھنے کے زمانے میں مال کمانے لگو گے تو علم حاصل نہ کرسکو گے، مال تمہیں باندی، غلام کی خریدی میں لگادے گا، تحصیلِ علم سے قبل دنیا اور عورتوں میں مشغول ہوکر اپنے وقت کو ضائع کردو گے، تم پر اولاد کی فکر سوار ہوگی تم کثیر العیال ہوجاؤ گے، پھر تم ان کی مصالحِ دنیویہ کی انجام دہی میں مصروف ہوجاؤ گے اور علم حاصل نہیں کرسکو گے۔

(۲) اپنی نوجوانی اور فراغتِ قلب کے وقت ہی حصولِ علم میں مشغول ہوجاؤ۔ پھر مال کماؤ تاکہ تمہیں مال داری حاصل ہوجائے، اس لئے کہ کثیر العیالی (کے ساتھ مالی تنگی) تشویشِ قلب کا باعث ہے، اور خوب مال دار ہوجاؤ تو نکاح کرلو۔

(۳) تقویٰ والی زندگی کو اپنے اوپر لازم کرلو۔

(۴) امانت داری کا پورا خیال رکھو۔

(۵) عوام وخواص سب کے ساتھ خیر خواہی کرو۔

(۶) لوگوں کو بے عزت وذلیل مت کرو اور انھیں بے حیثیت مت سمجھو۔

(۷) اپنی اور دوسروں کی عزت کا پاس ولحاظ رکھو۔

(۸) عوام الناس سے زیادہ میل جول نہ رکھو، ہاں! جب وہ تم سے تعلقات بنائے رکھیں۔

(۹) مسائل بیان کرکے ان کی معاشرت کو نکھارو، اس لئے کہ اُن میں سے اگر کوئی علم کا اہل ہوگا تو وہ مشغول بالعلم ہوجائے گا اور اگر کوئی اس کی اہلیت نہیں رکھے گا تو کم از کم تم سے محبت رکھے گا۔

(الحکایات والمراسلات،ص: ۳۷۴)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح غالیہ پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

* خادم تدریس ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

افاداتِ اکابر

اشرف المجالس

مخدومنا ومحبوبنا حضرت مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہ العالی ہر جمعہ بعد نمازِ عصر ہفتہ واری اصلاحی مجلس میں حکیم الامت مجد دُ الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے "منتخب ملفوظات" (مرتبہ حضرت مولانا یحییٰ نعمانی زید مجدہٗ) کی تعلیم فرماتے ہیں، اُن ملفوظات کی توضیح وتشریح کو برادرِ عزیز حافظ مولانا مفتی احمد علی قاسمی زید فضلہٗ نے ضبط وترتیب دیا ہے۔ ازمرتب

(۱۹) ایک مختصر جملہ میں سارے دین کا خلاصہ

ارشاد فرمایا: حضرت مولانا شاہ حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جملہ میں مکمل دین پیش کر دیا؛ کہ جس کام سے تمہارا مولیٰ اور خالق ومالک خوش ہو وہ کام کرلو، اور جس کام سے وہ ناخوش ہو وہ کام نہ کرو؛ چاہے کتنا ہی دل چاہے، دل کو توڑو؛ مگر مالک کے قانون پر ڈٹے رہو، پھر اللہ اس ٹوٹے ہوئے دل کو کیا دے گا؛ اس کے بارے میں حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: انا عند المنکسرۃ قلوبھم لاجلی میں ٹوٹے ہوئے دل کو اپنا دارالخلافہ بناتا ہوں

میں ڈھونڈتا ہوں تجھ کو محبت کہاں ہے تو
ایک قلبِ شکستہ تیرے قابل لیے ہوئے

(۲۰) اصل چیز اپنی صفات کا بدل جانا ہے

ارشاد فرمایا: بہت سے لوگوں کا ماحول ایسا ہے کہ بے پردگی نہیں ہے، بدنگاہی کے اسباب بھی نہیں ہیں، تو ایسے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہم اس سے محفوظ ہیں، ایسا نہیں ہے؛ اصل چیز اپنی صفات کا بدل جانا ہے، اپنے اوپر اتنی محنت کرنا کہ صفات کا رخ تبدیل ہوجائے، یہ اگر نہیں ہوا یعنی اپنی عادتیں نہیں بدلیں اور نفس پر قابو نہیں پایا تو پھر جب تک گناہ کا موقع نہیں ہے محفوظ ہی رہتے ہیں اگرچہ جبراً محفوظ رہنے میں بھی برکت ہے، وہ برکت

ملے گی) لیکن جیسے ہی گناہ والا ماحول ملے گا تو یہ بھوکا نفس اپنی حرام پیاس بجھانے میں ایسا لگے گا کہ پھر اس کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا؛ کیوں کہ مثل مشہور ہے کہ زخمی شیر کے غصہ کو سنبھالنا مشکل ہوتا ہے؛ ایسے ہی نفس کو آپ نے اتنے دن تک روکے رکھا ہے تو وہ مجبوراً بچا ہوا ہے، اس وجہ سے جب بھی موقع ملے گا وہ اپنا کام کر دے گا، اس لیئے ہمیشہ نفس سے چوکنا رہنا چاہیے۔

(۲۱) موبائل فون کے غلط استعمال سے بچنے کی ایک مفید تدبیر

ارشاد فرمایا: یہ ایسا زمانہ ہے کہ بدنگاہ بننے اور بے پردگی کرنے کے واسطے نہ عورت کی ضرورت ہے نہ بے حجابی کی، نہ مارکیٹ کی ضرورت ہے نہ سنیما کی، جب بدنگاہی کرنا چاہو تو اسبابِ بدنگاہی خود اپنے جیب میں رکھے ہوئے ہیں، نکالو اور کرلو، اور اب تو اس سے بھی بڑا مجاہدہ ہے، اور وہ اہلِ تقویٰ اور اہلِ اخلاص کے لیے بھی مشکل ہے، ان کے لیئے یہ مشکل ہے کہ یہ ٹیکنالوجی دشمنانِ اسلام کے ہاتھوں میں ہونے کی وجہ سے سائٹ کسی کی بھی ہو مداخلت کوئی کرتا ہے، اشتہار کے نام پر کوئی نہ کوئی ننگی ناچنے والی نظر آجاتی ہے، اس لیے بسا اوقات اچھے اچھے قراء کی قرائتوں کے درمیان، اکابر کے بیانات ومضامین کی تلاش کے دوران یہ سب چیزیں داخل ہوتی رہتی ہیں؛ تو کتنا ہی محتاط اور مخلص بندہ ہو ایک ارادہ بدنگاہی سے بچنے کا بھی اس کے ساتھ لگے رہنا چاہیے؛ جیسے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: کہ گھر سے نکلو تو بدنگاہی کا ارادہ نہ ہونا کافی نہیں؛ بلکہ بدنگاہی نہ کرنے کا ارادہ ہونا ضروری ہے، ایسے ہی اگر کسی ضرورت سے فون ہاتھ میں لو تو ساتھ ہی اپنے ارادہ کو ذہن میں تازہ کرو کہ میں جس کام کے لیئے فون کھول رہا ہوں یہی کروں گا، اس کے علاوہ کچھ نہ کروں گا، ایسا ارادہ کر کے ہی استعمال کرنا چاہیے، اس لئے کہ بھائی نفس تو نفس ہی ہے، خواہ کسی کا ہو، اور نفس بڑا دشمن ہے۔

(۲۲) مشائخ کی صحبت کا مقصد

ارشاد فرمایا: بزرگوں کی صحبت (کچھ وقت ان کے ساتھ گذارنے) کا مقصد ''نفس کشی'' سیکھنا ہے کہ کیسے نفس پر کنٹرول کیا جائے؟ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ جی کچھ بھی چاہے کیا وہ جائے جو شیخ بتلا دے، تو پھر آدمی کو اپنے مقام میں رہ کر بھی نفس کو توڑنے کی مشق ہوگی، اور اگر کوئی شخص اپنے مشائخ کے پاس جا کر بھی جو جی چاہے کرنا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں ان کے ہاں رہنا بھی محض وقت کا ضیاع ہے۔

(۲۳) اسلام کی نظر میں میاں بیوی کا آپسی تعلق

ارشاد فرمایا:۔محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام نے میاں بیوی دونوں کو ایک اعتبار سے چھوٹا بنایا ہے، اور ایک اعتبار سے بڑا بنایا ہے، نظام کے اعتبار سے مرد کو حاکم

اورعورت کومحکوم بنایا ہے،اورمحبت کے اعتبار سے مرد کومُحب ، بیوی کومحبوبہ بنایا ہے،گھریلونظم وحکومت کے اعتبار سے عورت کوشوہر کا کہنا ماننا چاہیے،لیکن جب محبوبہ کے روپ میں ہوگی تو بڑا محبوب ہوتا ہےاورمحب چھوٹا؛لہذا یہاں پینترا بدل جائے گا،اب شوہراس کی محبت وپیار کا محتاج ہے،اوروہ بے نیاز ہے؛لہذا وہ یہاں ناز کرے گی،تم ان نخروں کوسہو،اس لیے کہ تم عاشق ہواوروہ معشوقہ ہے،بہرحال مرد کو حاکم ومحب بنایا اورعورت کومحکوم ومحبوبہ،لہذا مرد وعورت دونوں کا پورا حق ہے،حقوق کی اس بیلنسنگ کوسامنے رکھا جائے تو گاڑی صحیح سے چل جائے گی،اور بھائی کتنے دن چلنا ہے؟موت تک ہی تو چلنا ہے،اورموت کبھی بھی آسکتی ہے،اورجس آدمی کے سامنے مرنے کا احساس ہے وہ اپنی انا کو کیا سمجھے گا۔

(۲۴)نورِفہم کی نعمت کیسے حاصل ہوتی ہے؟

ارشادفرمایا:۔نورِفہم(یعنی بات کوآسانی سے سمجھنااورصحیح مفہوم میں لینا)یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے؛یہ نورِفہم اللہ والوں کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا،اسی طرح باقاعدہ کسی عالمِ دین سے کتاب وسنت سمجھے بغیر کتاب وسنت کی فہم بھی حاصل نہیں ہوتی،آج کل جتنے فتنے ہیں(دینی فتنے)ان سب کا سرچشمہ اصل میں یہی ہے،اپنی سمجھ کومعیار بناکرقرآن وحدیث کا مطالعہ کرتے ہیں،اورسلف سے مستغنی ہوجاتے ہیں؛جوکہ گمراہی کی جڑ ہے،ہم سے پہلے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جتنے اچھے لوگ گزرے ہیں،اہل حق علماء وہ سب سلف ہیں، قرآن کریم کی آیتِ کریمہ کی تفسیر ہو یا احادیثِ شریفہ کی تشریح ان کوحضرات صحابہ کرامؓ نے اوران کے بعد سلف صالحین نے جس طرح سمجھا،اس کواپنانے اورحاصل کرنے سے نورِفہم پیدا ہوتا ہے۔

(۲۵)محض عربی دانی کافی نہیں ہے

ارشادفرمایا:۔امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محض عربی دانی کافی نہیں ہے؛ بلکہ اس عربی کا جاننا ضروری ہے جوعربی حضور پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں حجاز میں بولی جاتی تھی(یعنی مکے مدینے اور دیگرعلاقوں میں)جس زبان میں حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے خطاب کیا اورصحابہؓ نے حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کیا ہے اس عربی کوجاننا دین کوصحیح سمجھنے کے لیے ضروری ہے،اوراس کی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ ہر قبیلےاور ہرعلاقے میں اصطلاحات مختلف ہیں،اس لیے محض اپنے قبیلےاوراپنے علاقے کی عربی سے صحیح بات نہیں سمجھ سکتا،مرادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سمجھنے میں اس سے خطا ہونے کا امکان ہے،اوروہ صحیح کوغلط اورغلط کوصحیح بھی کہہ سکتا ہے،محض زمانۂ نبوت کی عربی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے؛اس لیے شراحِ حدیث نے احادیث کوجمع کرنے پراکتفاء نہیں کیا؛ بلکہ اس کی تشریح کوبھی ضروری سمجھا۔

افاداتِ اکابر

ارشاد السالکین

''خانقاہِ سعیدیہ'' میں ہر شمسی مہینے کے دوسرے اتوار کو صبح ۹/ بجے تا شب ۹/ بجے اصلاحی مجلس منعقد ہوتی ہے، اس میں جنوبی ہند کی تمام ہی ریاستوں سے تقریباً تین سو سالکین شرکت کرتے ہیں، صبح ۱۰ تا ۱۲/ بجے کی نشست میں شرکاء کے پوچھے گئے سوالات کے جواب مرشدی حضرت اقدس مولانا محمد عبد القوی صاحب مدظلہٗ العالی خود دیتے ہیں، جو بہت ہی نافع ہوتے ہیں، علماء وعوام سب ہی اس کے قائل ہیں، اس لئے مولانا مفتی محمد احمد علی صاحب قاسمی زید فضلہٗ استاذ ادارۂ ہذا و مجازِ حضرت والا نے اِن کو جمع کر کے قارئین کے فائدے کے لئے شائع کیا ہے۔ از مرتب

اجتماعی قربانی میں ہونے والی بے اعتدالیاں

سوال: میرے والد صاحب کا تعلق جماعت اسلامی سے رہا ہے، اس وجہ سے والد صاحب ہر سال مشترکہ قربانی کا نظم منظم انداز میں کرتے تھے، کئی احباب جماعت اسلامی کے اس نظم میں حصہ لیتے ہیں؛ لیکن عصر حاضر میں مشترکہ قربانی میں بہت سی بے اصولیاں چل رہی ہیں، اس وجہ سے احقر نے اس سال فکر آخرت کے ڈر سے ترک کر دیا ہے سوال یہ ہے کہ اس کو جاری رکھا جائے یا حالات و ماحول کی وجہ سے ترک ہی کر دیا جائے؟

جواب: دار العلوم دیوبند کی جانب سے ایک وثیقہ سوشل میڈیا پر چل رہا ہے؛ جس میں انہوں نے اجتماعی قربانی میں ہونے والی بے اعتدالیوں پر توجہ دلائی ہے، اس کو آپ حاصل کر لیجئے، اس کی روشنی میں اگر اپنے کام میں کچھ ڈاؤٹ ہوتا ہے تو ترک کر دیجئے، اور اگر اطمینان ہے تو جاری رکھئے، جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت کا مسائل سے کیا تعلق ہے، سب مسلمان ہیں، ان کی قربانی کا نظم ہوتا ہے تو قربانی کریں، صحیح ڈھنگ سے کریں، اس میں جماعت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، مسلمانوں کا مسئلہ ہے، مسائل سب کے لیے وہی ہیں، بس اس میں یہ دیکھ لینا چاہیے کہ جو لوگ مل کر یہ کام کر رہے ہیں وہ سب احکام شرعیہ کی پابندی سے متفق ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو معذرت کر دو۔

خواب تو ”اضغاث احلام“ ہے

سوال:۔ جب بھی مجھے احتلام ہوتا ہے تو محرم رشتہ دار ہی خواب میں آتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: خواب تو ”اضغاث احلام“ ہے، اسے چھوڑو، البتہ اس بات پر غور کرلو کہ محرموں کے ساتھ اختلاط کے وقت، نظر پڑنے کے وقت برے خیالات تو نہیں آ رہے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر ان سے بھی احتیاط کرنا چاہیے، بلا سخت ضرورت کے نہیں دیکھنا چاہیے، ضرورت پر ہی دیکھو، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محرموں سے بھی دل کا خاص لگاؤ ہو جاتا ہے اگر چہ کسی غلط بات کا ارتکاب نہیں ہوتا، مگر دل تو غلط طریقے سے جھک رہا ہے، یہ خطرے کی علامت ہے، اب اس محرم سے بھی اجانب کی طرح احتیاط کرنا ضروری ہے، ورنہ خواہ مخواہ کوئی بڑی بات ہو سکتی ہے، فقہاء نے یہ صلاح دی ہے کہ عمر کے اعتبار سے اپنے محرموں سے بھی احتیاط کرنا مناسب ہے؛ بل کہ اس میں تو بہت ضروری ہے، یہاں تک کہا گیا کہ بیٹی دس سال کی ہو جائے تو باپ کے ساتھ نہیں سوئے گی، بیٹا دس سال کا ہو جائے تو ماں کے ساتھ نہیں سوئے گا، اور دس سال کے بچے بچیاں بھی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ایک بستر پر نہیں سوئیں گے، یہ سب باتیں شریعت میں ملحوظ رکھی گئی ہیں، حالاں کہ اپنے ہی گھر کے لوگ ہیں، اس لیے احتیاط کرنا چاہیے، اور اگر کوئی ایسی بات نہیں ہے پھر بھی ایسا ہو رہا ہے تو ایک تو اللہ سے دعا کرو، دوسرے یہ کہ ہم نہیں سمجھ پا رہے ہوں گے پھر بھی احتیاط کا راستہ مناسب ہے۔

اہلِ بدعت کی ہدایت کے لئے راستہ

سوال: اہل بدعت کی ہدایت کے لیے کون سا راستہ مفید ہے؟

جواب: اگر سمجھتے ہوں تو افہام و تفہیم کا راستہ ہے اور اگر نہ سمجھتے ہوں تو دعا کا راستہ ہے۔

جب طبیعت ٹھیک نہیں رہتی تو معصیت سرزد ہوتی ہے

سوال: جب طبیعت ٹھیک نہیں رہتی ہے تو معصیت سرزد ہو جاتی ہے۔

جواب: طبیعت کا ٹھیک نہ رہنا اصل نہیں ہے، اصل اکیلے پڑا رہنا ہے، اکیلے رہنے سے وسوسے آتے ہیں، خیالات آتے ہیں پھر آدمی گناہ کی طرف چلا جاتا ہے؛ اگر طبیعت ٹھیک نہ رہنے کے وقت میں اس قسم کی کوئی حرکتیں ہو جائیں تو یہ صحت کو اور بھی زیادہ نقصان پہنچانے والی ہے، اس لیے اگر آپ کا ایسا مزاج ہے تو بیماری کے زمانے میں لوگوں کے درمیان میں رہیے، تنہا مت رہا کیجیے۔

میت کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی

سوال: میت کے ایصال ثواب کے لیے قران خوانی کرنا کیسا ہے؟

جواب: امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بالا جماع ایصال ثواب بالقرآن جائز ہے، امام شافعیؒ کے یہاں پہلے اختلاف تھا، بعد میں شوافع کو بھی کوئی اختلاف نہیں رہا، ان کے فقہاء کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ ایصالِ ثواب بالقرآن جائز ہے۔ اس موضوع پر ایک مدلل رسالہ یہاں سے بھی چھپا ہے اس کا مطالعہ کرلیں۔

چہلم برسی میں شرکت

سوال:۔ چہلم برسی وغیرہ میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ جبکہ قریبی رشتہ دار ہوں۔

جواب: اپنے آپ کو بدعات سے بچا کے رکھیں، ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہیں، اور یہ بتاتے رہیں کہ میری اپنی معلومات ہیں جن کی وجہ سے میں احتیاط کرتا ہوں، باقی ان لوگوں کی خدمت کرنا حقوق ادا کرنا جاری رکھیں، جب وہ دیکھیں گے یہ آدمی اس معاملے میں مخلص ہے، ذاتی مسئلہ کچھ نہیں ہے تو وہ لوگ بھی عذر قبول کرلیں گے، اس کے علاوہ اس موقعہ سے ہٹ کر سنجیدگی سے ان کی معلومات درست کرنے کی فکر بھی کرتے رہیں، برموقع نکیر ایسی چیزوں میں مفید نہیں ہوتی۔ باقی جن سے قطعِ رحمی کا اندیشہ نہیں اور جن سے قبولِ حق کی امید ہے، وہاں صاف بتانا اور شرکت سے اجتناب کرنا ضروری ہے، بالخصوص دُعاۃ اور قائدینِ دین کے لئے۔

کسی کے لئے دعا کرنے کو جی نہیں چاہتا

سوال: کسی کے لیے دعا کرنے یا دعا دینے سے طبیعت رکتی ہے، کیا کریں؟

جواب: دعا دینے سے طبیعت کا رکنا بخل کی انتہا ہے، دعا دو، اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے النصح لاخ المسلمؒ مسلمان کا حق ہے، اب طبیعت کی بات ہے تو طبیعت کا مقابلہ کر کے بھائی مسلم کے لئے دعا کردینا چاہیے۔

ہر چیز کو نباہنے کے لئے مختلف شکلیں اختیار کرنی چاہیئے

سوال: میں اپنے گھر میں صاف ستھرا نفاست سے رہتا ہوں، مگر میرے والد عام طور سے پرانے کپڑوں وغیرہ میں رہتے ہیں، اور گھر میں میری بیوی بھی رہتی ہے، ہمیں اولاد ہونے کی حیثیت سے اُن پر کوئی اعتراض نہیں ہے، مگر بہو کی وجہ سے اچھا نہیں لگتا کہ وہ کیا سمجھے گی اور کیسے عزت کرے گی، ابا کو کس طرح سمجھانا سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

جواب: دوصورتیں ہیں: ایک یہ کہ ابا کو سمجھائیں، دوسرے یہ کہ بیوی کو سمجھائیں، ابا کو سمجھانا مشکل ہے اس لیے کہ وہ بڑے ہیں، مگر بیوی کو سمجھانا کیا مشکل ہے؟ بیوی کو سمجھا دو کہ ان کا مزاج ہے اس لیے ان کا کچھ خیال نہ کرو، اور کبھی کبھی والد سے بھی کہہ دو، اور اچھے کپڑے سلا کے دو، ہر چیز کو نباہنے کے واسطے اس کی مناسب شکلیں اختیار کرنا چاہیے۔

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مولانا مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

عالم بیداری میں آپ ﷺ کی زیارت

سوال: کیا عالمِ بیداری میں آپ ﷺ کی زیارت ممکن ہے؟

جواب: جس طرح خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ممکن ہے، اسی طرح عالمِ بیداری میں بھی آپ ﷺ کی زیارت ممکن ہے، چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی و الملک '' میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے اور اس کو روایات وواقعات سے ثابت کیا ہے، جیسا کہ علامہ سعد تفتازانی رحمہ اللہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ حالت بیداری میں آں حضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ (فتاویٰ دار العلوم زکریا، ۱/ ۵۳)

حضرت مہدی کے ساتھ ''علیہ السلام'' کا استعمال

سوال: کیا حضرت مہدی کے ساتھ ''علیہ السلام'' کہنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: ''علیہ السلام'' استعمال نہ کرے، اس میں روافض کے ساتھ تشبہ پایا جاتا ہے، اس لیے ''رضی اللہ'' استعمال کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ دار العلوم زکریا، ۱/ ۲۰۸)

تفسیرِ جلالین پڑھتے وقت ''تعوذ'' پڑھنا چاہیے یا ''تسمیہ''؟

سوال: جلالین کے درس کے شروع میں استاذ وطلباء ''اعوذ باللہ '' پڑھیں گے یا صرف ''بسم اللہ '' کافی ہے؟

جواب: استاذ وطلباء درسِ جلالین کی ابتداء میں صرف ''بسم اللہ'' پڑھیں گے، کیوں کہ تعوذ قراءتِ قرآن کے تابع ہے، اور استاذ وطلباء کا مقصد قراءتِ قرآن کریم نہیں ہوتا ہے، اس وجہ سے تسمیہ کافی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم زکریا، ۱/ ۲۲۸)

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

آیاتِ متشابہات کے نزول کا فائدہ

سوال: قرآن کریم میں آیاتِ متشابہات کے نزول کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: آیاتِ متشابہات کے نزول کے کئی فائدے ہیں: ا۔لوگ ان پر ایمان لائیں، ان کے من جانب اللہ ہونے کا یقین کریں۔ ۲۔امتحان العقول کہ عقل کا گھوڑا جو ہر جگہ دوڑنا چاہتا ہے، وہ یہاں رک جائے۔ ۳۔ خالق ومخلوق میں فرق ظاہر کرنے کے لیے۔ ۴۔انسان کی عاجزی کو ظاہر کرنے کے لیے۔حضرت مولانا ادریس صاحب رحمہ اللہ علیہ (معارف القرآن) میں لکھتے ہیں: حروفِ مقطعات کے نازل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ لوگ ان پر ایمان لائیں، اوران کے من جانب اللہ ہونے کا یقین کریں تاکہ بندوں کا کمالِ انقیاد ظاہر ہو۔

(فتاوی دار العلوم زکریا،۱/ ۲۵۴)

مسجد کے لئے وقف کئے گئے قرآن مجید باہر لے جانا

سوال: جو قرآن مجید، مساجد کے لیے وقف کئے جاتے ہیں تو کیا ان کو پڑھنے کے لئے باہر لے جانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: جو پارے یا قرآن مجید مساجد کے لئے وقف کئے جاتے ہیں، ان کو پڑھنے کے لئے باہر لے جانا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم زکریا،۱/ ۵۸۵)

قبرستان یا مساجد میں پھل دار درخت

سوال: قبرستان یا مساجد میں پھل دار درخت ہو تو اس کے پھلوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر وہ مسجد یا قبرستان وقف ہیں، تو کسی شخص کو ان پھلوں کو کاٹ کر اپنے کام میں لانے کی اجازت نہیں ہوگی، نہ پھل کی اجازت نہ اس کی قیمت، بلکہ مصارفِ وقف پر صرف کرنا واجب ہے۔

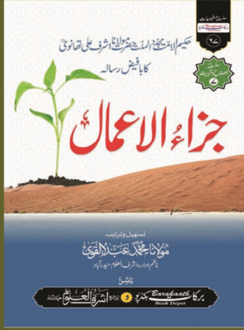
(فتاویٰ دار العلوم زکریا،۱/ ۵۸۷)

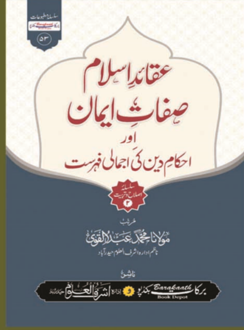
مہرِ مثل اور مہرِ فاطمی کی مقدار

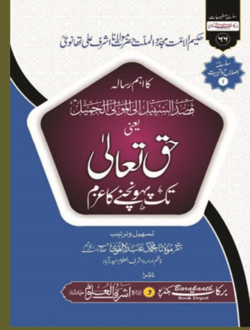
سوال: مہرِ مثل اور مہرِ فاطمی کی مقدار کیا ہے؟

جواب: مہرِ مثل کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے، کیوں کہ یہ لڑکی کی بہنوں، پھوپیوں اور ان کی بیٹیوں کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے، نیز اس میں لڑکی کے مال و جمال اور خاندان وغیرہ کا بھی اعتبار ہوتا ہے، حضرت فاطمہؓ کے مہر (مہرِ فاطمی) کے بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ وہ پانچ سو درہم ہے، اس لحاظ سے فی زمانہ ۱۵۴ تولہ چاندی کی مقدار مہرِ فاطمی کی مقدار بتلائی گئی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۴/ ۳۹۲)

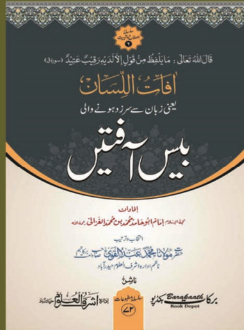
ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-
RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: HSE/884/23-25
Date of Publication 3rd Feb-25, Date of Posting 5th Feb-25

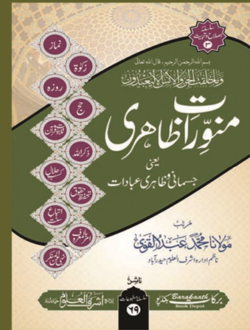


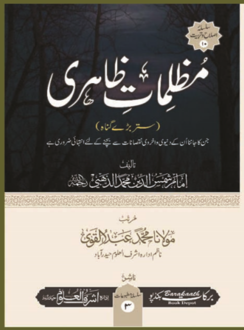


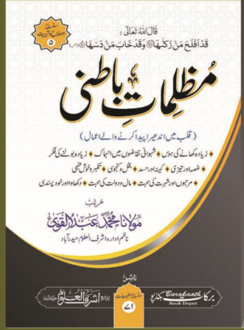


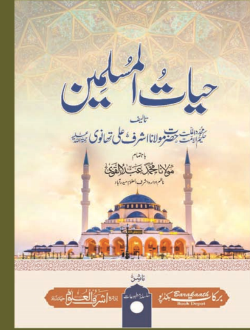












Printer, Publisher & Owner: Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Editor : Mohammed Abdul Qavi. Printed at: Aish Offset Printers, Cellar Masjid-e-Meraj, Sayeedabad, Hyd-59